جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

رجب المرجب سنہ ۱۴۲۰ھ

نومبر سنہ ۱۹۹۹ء

دو خصلتیں جو کسی منافق میں جمع نہیں ہو سکتیں

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِیْ مُنَافِقٍ حُسْنُ سَمْتٍ وَّلَا فِقْہٌ فِی الدِّیْنِ"[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں جو کسی منافق میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ نمبر ایک اچھے اخلاق، نمبر دو فقاہت فی الدین۔

اس حدیث شریف میں اس بات کی رغبت دلائی جا رہی ہے کہ چونکہ یہ دو خصلتیں کسی منافق میں نہیں پائی جا سکتیں یہ مؤمنِ مخلص ہی کا حصہ ہیں اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اِن کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے، اچھے اخلاق اپنائے اور علم حاصل کر کے دین میں فقاہت پیدا کرے۔

دو خصلتیں جو کسی مؤمن کامل میں جمع نہیں ہو سکتیں

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِیْ مُؤْمِنٍ اَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ"[2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں جو کسی مؤمن (کامل) میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ نمبر ایک بخل نمبر دو بد اخلاقی۔

اِس حدیث شریف سے یا تو یہ مُراد ہے کہ کسی مؤمنِ کامل کی شان کے لائق و مناسب نہیں کہ اس میں یہ دو بُری خصلتیں پائی جائیں۔

یا یہ مُراد ہے کہ کسی مؤمن کامل میں یہ بُری خصلتیں اس درجہ کی نہیں ہو سکتیں کہ وہ اُس سے کبھی جُدا ہی نہ ہوں اور وہ اُن کی موجودگی میں مطمئن اور راضی ہو۔

لہٰذا اگر کبھی بمقتضائے بشریت کسی مؤمن میں بخل پیدا ہو جائے یا بد خلقی کا اس سے صدور ہو جائے اور پھر وہ جلد ہی اِن سے توبہ کر لے تو یہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہو گا اور نہ ہی یہ کمالِ ایمان کے منافی ہو گا۔

---

[1] ترمذی جلد دوم صد ۹۸ طبع ایچ ایم سعید کراچی [2] ترمذی جلد دوم صد ۱۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۷ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ ۔ نومبر ۱۹۹۹ء شمارہ : ۱۴

مدیر
سیّد محمود میاں
مدرّس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سالانہ	۱۲۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی 〃	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ 〃	۶ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ 〃	۱۶ ڈالر
برطانیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ 〃	۲۰ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ . . . . سے آپ کی مُدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۲۰۱۰۸۶-۷۷۲۴۲۷۳-۷۷۲۹۶۹۱
فیکس نمبر ۷۷۲۶۷۰۲ - ۴۲ - ۹۲

○

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

حرفِ آغاز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳
درسِ حدیث ۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ۔۔۔۔۔۔ ۱۳
مکتوب مدنی ۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ ۔۔۔۔۔۔ ۱۹
آبِ زم زم ۔۔۔۔۔۔ مولانا عبد الحفیظ صاحب ۔۔۔۔۔۔ ۲۳
قادیانیت ایک نظر میں ۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب ۔۔۔۔۔۔ ۲۸
ایک شہید بھائی کا تذکرہ ۔۔۔۔۔۔ محمد نواز کشمیری ۔۔۔۔۔۔ ۳۶
بہائی جماعت ۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الواحد صاحب ۔۔۔۔۔۔ ۴۲
حاصل مطالعہ ۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب ۔۔۔۔۔۔ ۵۱
تقریظ و تنقید ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۹
اخبار الجامعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۶۴

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سید محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

۱۲؍اکتوبر کی شام ملک میں اہم اور اچانک رونما ہونے والی تبدیلیوں نے ہر شخص کو حیران کر دیا بظاہر اس کی وجہ "کارگل" میں مجاہدین کے ہاتھوں بھارت کو شرمناک فوجی شکست کے بعد کشمیر میں مزید اور مکمل تباہی سے بچانے کی خاطر امریکی کوششوں میں معزول وزیرِاعظم جناب نواز شریف کی شرکت اور اس کے اشاروں پر عمل کرتے ہوئے مجاہدین کی جیتی ہوئی جنگ کو ناکامی سے دوچار کرنے کے عملی اقدامات کو قرار دیا جارہا ہے۔ معزول وزیرِاعظم کے ان اقدامات کے بعد قوم میں ان سے بددلی اور بڑھ گئی۔ فوج کو بھی ان کا یہ اقدام پسند نہ آیا اور یوں حکومت کی اندرون خانہ فوج سے جاری کشیدگی میں مزید اضافہ ہوگیا۔ اور فوج حکومت کے مقابل آگئی اور امریکہ حکومت کا مکمل پشت پناہ بن گیا۔ ہمارا خیال ہے کہ چند ماہ پہلے نواز شریف نے بطور سرزنش فوج کے سابق سربراہ جنرل جہانگیر کرامت کو جو برطرف کر دیا تھا اور وہ خاموشی سے گھر جا بیٹھے تھے۔ اس کے بعد نواز حکومت کا حوصلہ کھل گیا۔ ایسا لگتا ہے کہ فوج کو اُن کی یہ جسارت پسند نہ آئی اور فوج کے اعلیٰ حکام نے آئندہ کے لیے مکمل اور خفیہ منصوبہ بندی کر لی تھی کہ اگر حکومت کی جانب سے اس نوعیّت کا پھر کوئی اچانک اقدام ہو تو اُس کا فوری اور مناسب جواب دیا جائے۔ فوج اور حکومت کی لڑائی کے نتیجہ میں ۱۲؍اکتوبر کو جبکہ فوج کے موجودہ سربراہ جناب پرویز مشرف غیر ملکی دَورہ پر سری لنکا گئے ہوئے تھے اور اسی دن اُن کی ملک میں واپسی ہونی تھی۔ وزیرِاعظم نواز شریف نے بڑی چابک دستی سے اُنہیں اُن کے عہدے سے برخاست کر دیا اور اُن کی جگہ سی آئی اے سربراہ لفٹننٹ جنرل ضیاء الدّین بٹ کو فوج کا سربراہ نامزد کر دیا۔ پہلے سے مستعد فوج کے اعلیٰ افسران نے اس حکم نامہ پر عمل درآمد رکوا دیا۔ اور فوری کارروائی کر کے وزیرِاعظم نواز شریف کی حکومت کو برخاست کر کے اُن کے بھائی وزیرِاعلیٰ پنجاب

شہباز شریف اور دیگر صوبائی گورنرز اور وزرائے اعلیٰ کو گرفتار کر کے آرمی کے سربراہ جناب پرویز مشرف کی قیادت میں ملک کا نظم و نسق سنبھال لیا۔ وزیرِ اعظم نواز شریف کے ساتھ کیا ہُوا، اب کیا بیت رہا ہے اس کی بہت سی وجوہات قومی اخبارات میں شائع ہوتی رہی ہیں اور ابھی تک شائع ہو رہی ہیں، مگر ہمارا خیال ہے کہ اتنے مضبوط وزیرِ اعظم کا یک دم چاروں شانے چت ہو جانا یہ خدائی پکڑ کے علاوہ کچھ نہیں ہے وزیرِ اعظم اور اُن کے بھائی شہباز شریف نے امریکہ کی شہ پر دینی مدارس اور دیگر مذہبی تنظیموں کے خلاف دہشت گردی کا الزام لگا کر اُن کے خلاف جن خوفناک کارروائیوں کا منصوبہ بنایا تھا اس پر اللہ کا غضب جوش میں آیا۔ اللہ بزرگ و برتر کی تدبیر غالب ہُوئی باطل مغلوب ہُوا۔

"من عادی لی ولیًا فقد آذنتہ بالحرب۔

جس نے میرے دوست سے دُشمنی مول لی میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے۔

اللہ کا اعلان جو اس کے نبی کی زبانی جاری ہُوا دُنیا نے اُس کا ظہور کھُلی آنکھوں دیکھ لیا اللہ والے اور اس کے مجاہد جب اس کی بارگاہ میں ایک دفعہ ہاتھ اُٹھا دیں تو پھر ہاتھ نیچے آنے سے پہلے ہی اللہ اپنے دوستوں کی مدد و نصرت فرما کر باطل کا سر کچل دیتا ہے۔

مُسلم دُنیا میں بعض تیزی سے آنے والی تبدیلیوں نے دُنیا پر عُلماء صالحین کی قدر و قیمت کو واضح کر دیا ہے۔ اُنھوں نے ہر شعبہ زندگی میں عملاً یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ ملک و ملّت کے نظام کو ان سے بہتر کوئی نہیں چلا سکتا اور یہ کہ دُنیا کی کوئی طاقت سوائے اللہ کے اُنھیں مرعوب نہیں کر سکتی لہٰذا ہمارا جنرل پرویز مشرف صاحب کو مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ علماء عاملین کی صلاحیتوں سے بھر پُور فائدہ اُٹھائیں اور ملک کے نظم و نسق میں ان سے راہنمائی لیتے رہیں۔ ہمارا یہ بھی مشورہ ہے کہ عُلماء کو "نیشنل سیکورٹی کونسل" میں شامل کیا جائے اسی میں اسلام اور ملک کی خیر ہے وہ کون سے عُلماء ہیں جنھوں نے ہر دَور میں حق کی خاطر قربانیاں دیں جو انگریز کے دَور سے اب تک انتھک جدّو جہد جاری رکھے ہُوئے ہیں اُن کی حدود اربعہ کیا ہیں۔ ان تک رسائی کیوں کر ممکن ہو سکتی ہے اس کے لیے ہم قطب دوراں شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مضمون سے اپنے اداریہ کو مزیّن کر رہے ہیں جو اُنھوں نے ۱۹۷۰ء میں جنرل یحییٰ خان کے زمانہ میں تحریر فرمایا تھا۔

حکمرانوں کا رویّہ اور دورِ پُرفتن میں عُلماء کا احترام اور عوام

اس پُر آشوب دَور میں جبکہ ہر فرد اپنی اور اپنی جماعت کی سر بلندی کا خواہاں ہے اور اپنی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ یہی نہیں بلکہ دوسروں کی خامیاں نکالنی اور اگر خامیاں نہ ہوں تو بھی ثابت کر دکھانی اپنا فرضِ وقت سمجھ رہا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے کر رہا ہے کہ وہ سیاسی غلبہ حاصل کر سکے اور اپنی جماعت کو دوسری جماعتوں سے بلند مقام پر لے جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عُلماءِ کرام میں سے جو بھی میدانِ سیاست میں آیا اس کے ساتھ بھی بغیر اُس کے مقامِ علم و تقویٰ کی رعایت کیے یہی سلوک کیا جا رہا ہے۔ اب کیا عُلماء سیاسیات سے دست کش رہیں۔ یا عوام النّاس عُلماء کو اپنی سطح پر لاکر ان کے علمی وقار اور اُن کی زندگی بھر کے علمی تقدس کو نظر انداز کرتے رہیں گویا ان حالات میں بجا طور پر ہر ذہن میں یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ

۱۔ اگر عُلماء سیاست میں آرہے ہیں تو کیا وہ ایسا کر کے غلطی کر رہے ہیں یا اُن کے نزدیک سیاست میں حصّہ لینا ضروری ہے ؟

۲۔ سیاست میں حصّہ لینے کی صورت میں عوام النّاس کو انہیں اپنے ہی درجہ میں لے آنا صحیح ہے ؟

۳۔ اگر ایسا کیا جائے تو اس سے کیا نقصانات پیدا ہوں گے ؟

۴۔ جب وہ سیاست میں آجائیں تو ایک "غیر عالم دین" ان کو کیسے اپنے سے بڑا سمجھے اور کیسے انکا علمی مقام قائم رکھے ؟

۵۔ پھر عُلماء میں خود بھی اختلاف ہے ایسی صورت میں کسے حق پر جانیں اور کسے باطل پر ؟

بتقاضائے وقت ہم ان سوالات کے بارے میں کچھ مختصراً عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں ؟

پہلے سوال کے جواب کے لیے عُلماء کرام کی تاریخِ کار سے واقفیت ضروری ہے اس لیے میں کچھ احوالِ ماضی ذکر کرتا ہوں۔

عُلمائے کرام کی سیاسی زندگی کا سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ سے جا ملتا ہے کہ اُنھوں نے اپنے دَور کے حالات کے مطابق اسلامی اُصول سامنے رکھ کر ایک اقتصادی حل پیش کیا تھا۔ پھر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ کے دَور میں انگریزوں نے تجارتی راستہ سے ہندوستان میں داخل ہو کر غداریوں کی بُنیاد ڈالی۔ اور یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا تو اُن کے ایک شاگرد اور جلیل القدر خلیفہ سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے روحانی متوسلین

پر مشتمل جن میں خود حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ کے رشتہ دار اور شاگرد بھی شامل تھے ایک مجاہدین کی جماعت تیّار کی اس لشکر نے جو خدمات انجام دیں وہ متعدد کتابوں میں طبع ہو چکی ہیں ۔

ان حضرات کی تحریک کامیاب نہ ہوسکی تو اسی خاندان ولی اللہی کے فیض یافتہ حضرات نے شاہ دہلی سے لڑائی کے وقت انگریزوں کا باقاعدہ مقابلہ کیا، تھانہ بھون وغیرہ کے نواح میں جنگ بھی ہُوئی اس میں انگریزوں کو توپ خانہ لانا پڑا۔ اس جماعت کے سردار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ تھے اور حضرت حاجی صاحب کے پیر بھائی اور روحانی مربّی حضرت حافظ ضامن رحمۃ اللہ علیہ اس معرکہ میں شہید ہُوئے اس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہما شریک تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہجرت فرماگئے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ گرفتار ہوئے اور حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ چند روز روپوش رہے اور بعد میں گرفتاری سے بھی بچ گئے۔

اس کے کچھ عرصہ کے بعد قیام دارالعلوم عمل میں آیا اور حریّتِ فکر کا مرکز بنتا چلا گیا۔ ایک عرصہ دراز کے بعد اسیر مالٹا قطب دوراں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب نوراللہ مرقدہ کے دَور میں پھر سے عملی اقدام شروع ہُوا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے شاگرد اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے اُنھوں نے اپنے اعلیٰ قابلیّت کے شاگردوں سے (جن میں مولانا عبیداللہ سندھی مولانا محمد میاں صاحب منصور انصاری غازی رحمۃ اللہ علیہم شامل تھے) کام لے کر پُورے ہندوستان میں تحریکِ آزادی کی ایک رُوح پھُونک دی اُنھوں نے۔ بڑے بڑے اصحاب روحانیت حضرات سے کام لیا۔ جن میں مغربی پاکستان کے حصّہ میں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہٗ کے دونوں پیر حضرت مولانا تاج محمود امروٹی اور حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری قدس سرہما شامل تھے۔ اس تحریک کو عام کرنے کے لیے اُنھوں نے ہر انگریز دُشمن کو ملایا۔ کسی فرقہ کی قید نہیں رکھی۔ بریلوی اور اہلِ حدیث حضرات بھی ان کی تنظیم میں شامل تھے۔ یہ مسلمانوں کی اتنی عظیم الشّان تنظیم تھی کہ اس کے بارے میں ۱۳۶۷ھ میں حج کے موقع پر حضرت مولانا محمد یُوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ امیر جماعت تبلیغ نے ایک خصوصی اجتماع میں جس میں اُنھوں نے پُوری دنیا میں اسلامی کام کی کیفیّت ذکر فرمائی۔ ارشاد فرمایا تھا کہ مُسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع و اتّحاد تو ہو ہی نہیں سکتا تھا جتنا حضرت شیخ الہندؒ کے زمانہ میں تھا غرض حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جلیلہ اور جذبۂ جہاد و حریّت نے ان حضرات کی خانقاہوں کو گوریلا جنگ کا مرکز بنا دیا۔ پُوری تفصیل تو مَیں لکھنی نہیں چاہتا۔ حضرت والدِ محترم مولانا سیّد محمد میاںؒ

صاحب مدظلہ العالی کی تصانیف میں اور حضرت اقدس مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خود نوشت سوانح حیات میں پوری تفصیل درج ہے، لیکن ہوا یہ کہ یہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی۔ انگریز کو ہی کامیابی ہوئی اور ہندوستان کے بعد مسلمانوں کی ایک اور عظیم الشان حکومت، حکومت ترکیہ عثمانیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ صرف تھوڑے سے علاقہ پر ترک حکومت رہ گئی۔ حضرت شیخ الہند گرفتار کر لیے گئے۔ پانچ سال مالٹا میں اسیر رہے اسارت مالٹا کے زمانہ میں ان کی نیابت حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب قدس سرہٗ فرماتے رہے لیکن ابھی حضرت اسارت مالٹا سے رہا نہ ہونے پاتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد وصال پا گئے۔ ان کے جانشین شاہ عبد القادر رائپوری قرار پائے۔ وفات کے وقت حضرت شاہ صاحب نے اپنے جانشین حضرت شاہ عبد القادر صاحب قدس سرہما کو وصیت فرمائی کہ جب حضرت شیخ الہندؒ رہا ہو کر تشریف لائیں تو آپ لوگ اُن کی خدمت میں دستہ بستہ حاضر ہو کر عرض کریں کہ ہم حضرت کے ہر ارشاد کی تعمیل کے لیے حاضر ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جماعت کا نام جمعیۃ العلماء ہند رکھا تھا۔ آپ نے ہی جامعہ ملیہ بھی شروع کیا تھا۔

غرض یہ جماعت اس وقت سے کام پر لگی ـــ اور اس وقت تک لگی رہی کہ جب تک انگریز اس سرزمین سے نہیں نکل گیا۔

علماء کے سوا باقی۔ نواب۔ سر۔ جاگیردار، فوجی۔ سیاسی۔ دفتری ملازم و افسران کوئی بھی طبقہ انگریز کے مقابلہ میں کبھی نہیں آیا۔ صرف علماء ہی مسلسل جدّوجہد کرتے رہے بدنامیاں سر لیں۔ مقدمات میں ماخوذ ہوئے جیلیں کاٹیں۔ جلاوطنی کی زندگیاں (کالے پانی وغیرہ میں) گزاریں۔ گولیاں کھائیں۔ سولی پر چڑھائے گئے۔ غرض مسلسل ہمہ قسم کی مصیبتیں جھیلیں اور وطن کو آزاد کرایا۔ ورنہ کوئی بتلائے کہ اور کونسا طبقہ تھا جس نے انگریز کا مقابلہ کیا؟ ایک بہت بڑی فضیلت کی بات اس مقدس طبقہ نے یہ کی کہ تدریسی فرائض انجام دیتا رہا۔ تحریر و تقریر سے علوم نبویہ کی اشاعت کر کے لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتا رہا۔ علوم باطنیہ سے روحانی اور باطنی فیض رسانی کرتا رہا اور جہاد کا مقدس فریضہ انجام دیتا رہا۔ اگر یہ طبقہ دین کو قائم نہ رکھتا تو آج اس برِّصغیر کا یہ حال نہ ہوتا۔ نہ لوگوں میں ایمان رہتا نہ خلوص نہ مساجد آباد ہوتیں، نہ خانقاہیں نہ مسلمان اسلام سے واقف رہتے اور نہ ہی جذبہ جہاد و ایثار رہتا بلکہ شاید اسلام کے نام پر پاکستان ہی نہ بنایا جا سکتا۔

جو کچھ مَیں نے یہاں تک عرض کیا یہ حقیقت ہے تاریخی طور پر ایک مسلمہ حقیقت۔ گو اس کی طرف

توجّہ نہ جاتی ہو، لیکن توجّہ نہ جانے سے حقیقت تو نہیں بدلتی۔

؎ اولٰئك آبائی فجئنی بمثلهم اذا جمعتنا یا جریر المجامعٗ

ان حضرات کا انگریز سب سے زیادہ دشمن تھا اور چونکہ ہر محکمہ کا افسر انگریز ہی ہوتا تھا، یونیورسٹیوں بلکہ کالجوں پر بھی انگریز ہی کا تسلّط تھا۔ لہٰذا ہر جگہ یہ پڑھا لکھا طبقہ بھی علما سے نفرت کھانے لگا اور یہ کبھی غور نہ کیا کہ انگریز کی نظر کی طرح ہم اپنے دین کے پیشواؤں کو کیوں ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھیں، لیکن الناس علی دین ملوکھم کے تحت (یعنی عوام النّاس کو بادشاہوں اور برسرِاقتدار لوگوں کے طریقہ پر چلتے ہیں) یہ طبقہ ذہنی غلامی میں اتنا مُبتلا ہوا کہ اپنے دُشمن کی چال نہ سمجھ سکا اور بجائے آزادیٔ رائے کے ضمیر کی غلامی میں مُبتلا ہو کر انگریز ذہن کا شکار ہو گیا اور بدقسمتی یہ کہ اب تک بھی وہ خرابی رفع نہیں ہُوئی۔

؎ یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

آپ کو گزشتہ صفحات پڑھ کر اندازہ ہُوا ہو گا کہ میدانِ سیاست میں بے لوث اور بے حد شدید قربانیاں کس نے دی ہیں۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ ان بزرگوں کے علمی وارث سیاست میں حصّہ لینے کے زیادہ حق دار ہیں یا کوئی نواب۔ جاگیر دار۔ سر بہادر اور ملازم طبقہ۔ اگر ان طبقات کو سیاست میں حصہ لینے کا حق ہے تو عُلمار کو ان سب سے پہلے حق ہوگا۔ رہا یہ امر کہ ان سب کے لیے سیاست میں حصّہ لینا اس وقت ضروری ہے یا نہیں تو یہ اُن کی اپنی رائے پر موقوف ہے۔ کچھ حضرات کے نزدیک درست نہیں کہ کہیں علم کی توہین نہ ہو اور کہیں عُلمار پر الزام تراشیاں نہ کی جانے لگیں۔

بعض دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ حصّہ لینا عُلمار کی اپنی رائے پر موقوف ہے ان پہ دین و دنیا دونوں کے معاملات میں اعتبار کرنا چاہیے اور وہ اپنے بارے میں خود سوچ سکتے ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس وقت سیاست میں حصّہ لینا واجب ہے کیونکہ اسلامی قانون کے نفاذ کی کوشش خود واجب ہے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے تو عُلمار پر اس سے زیادہ واجب ہوگی۔

وہ حضرات کہتے ہیں کہ صدر محترم آغا محمد یحییٰ خان از سرِ نو بحالی جمہوریت کر کے نیا آئین بنانا چاہتے ہیں اور جمہوریت میں کثرت رائے سے فیصلے ہوتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ اسمبلی میں انتخابات کے ذریعہ پہنچنے کی کوشش کریں۔ وہاں آخر سب مسلمان ہی ہوں گے۔ ان کے سامنے اسلامی قوانین

لانے ضروری ہیں تاکہ وہ جو قانونی ڈھانچہ بنائیں۔ وہ اسلام ہو۔ اگر علماء اسمبلی میں نہ ہوتے تو اسلامی قانون سے ناواقف لوگ کیسے اسلامی قانون بنا سکیں گے۔ اس لیے علماء کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں جانا اور عوام کو ان کی کامیابی کی کوشش میں لگنا عین دین ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس وقت اور کوئی کام فضول ہے۔ انتخابات میں کامیابی کی کوشش سب سے ضروری اور مقدم ہے۔

ان کے نزدیک جس طرح پاکستان کے وجود میں حصّہ لینا ضروری تھا۔ اسی طرح اب قانون سازی میں حصّہ لینا ضروری ہے۔ کیونکہ ان حضرات کی اور عوام کی سب کی نیت پاکستان بناتے وقت یہ تھی کہ ہم اسلامی قوانین کی حامل ریاست بنائیں گے، اسی لیے یہ نعرہ لگایا جاتا تھا۔

پاکستان کا مطلب کیا
لا الٰہ الا اللہ

بلکہ یہ حضرات یہ بھی سوچتے ہیں کہ اگر کسی باعمل عالم اُمّید وار کو کھڑا کیا جائے تو کیا اس کے مقابلہ میں کسی ایسے شخص کا کھڑا ہونا جو نہ علم دین سے واقف ہو نہ اُس کی زندگی مذہبی ہو جائز بھی ہے یا نہیں

(۲) دوسرے سوال کا جواب بھی مذکورہ بالا تحریر سے واضح ہو رہا ہے کہ علماء عوام پر فوقیت رکھتے ہیں اس لیے برابری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

(۳) تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب ان کو اپنے برابر کا سمجھے گا تو مساویانہ معاملہ کرے گا جس سے توہین ضرور ہوگی اور اُن کے ساتھ توہین آمیز رویہ رکھنے سے دین کی اہانت ہونے لگتی ہے۔ اس لیے اس سے بھی بچنا چاہیے۔

(۴) چوتھی اور پانچویں بات یہ تھی کہ اگر وہ سیاست میں حصّہ لینے لگیں تو اُن کی عظمت کس طرح قائم رکھی جائے۔ جبکہ علماء میں خود بھی اختلاف ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کرام صحابہ کرامؓ کے نائب ہیں اس لیے ہم آپ کو صحابہ کرام کے دور اختلاف کی کچھ باتیں بتلاتے ہیں ان سے ہر مسلمان کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

صحابہ کرام میں سخت ترین اختلافی دَور سیّدنا علیؓ و معاویہ رضی اللہ عنہما کا تھا۔ ہمیں اس دور کو سامنے رکھ کر سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اس دَور میں بھی آج کی طرح عوام و خاص اور عالم اور غیر عالم ہوتے تھے۔ وہ سب تین ٹکڑیوں میں تقسیم ہو گئے۔

(١) کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گئے۔

(٢) کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گئے۔

(٣) کچھ بالکل یکسو رہے۔

جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان کی دلیل یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صحیح خلیفہ ہیں اُن کو دارالخلافہ میں اہل حل وعقد نے چنا ہے جب وہ خلیفہ ہوئے تو اُن کا ساتھ دینا اوّلین فرض ہے اور جو ان کی حکم عدولی کرے وہ نافرمان وعاصی ہے سرکشی کرے تو باغی ہے۔ جو حضرات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اُن کی دلیل یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب تک باغیوں سے انتقام نہ لے لیں ہم ان کی اطاعت نہ کریں گے۔ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ہیں۔ حالانکہ اُنھیں سب سے پہلے ان سے بدلہ لینا چاہیے تھا، لیکن اُنھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اَب ہم ان کو بھی دمِ عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک سمجھنے پر مجبور ہوں گے اور نہ ہم اُنھیں خلیفہ تسلیم کریں گے۔ نہ اُن سے بیعت ہوں گے اور نہ ہی ایسی صورت میں انکار بیعت وغیرہ کا ہمیں گناہ ہوگا۔

جیسا کہ بین الاقوامی دستور ہے امیرالمومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے امارت قبول فرمانے کے بعد اپنے پسندیدہ گورنر جگہ جگہ مقرر کیے اور گزشتہ دَور کے گورنروں کے نام معزول ہوجانے کے حکم نامے تحریر فرمائے جن میں ایک حکم نامہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معزول ہونے کا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے شہادت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ تک مسلسل شام کے گورنر چلے آرہے تھے اور ان کی گورنری پر اہلِ شام متفق تھے۔ اُنھوں نے مشورہ کے بعد طے کیا کہ امیرالمومنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کا حکم اس وقت تک نہ مانا جائے جب تک کہ وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے بدلہ نہ لے لیں۔ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ مَیں دمِ عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ ضرور لوں گا۔ لیکن ذرا ٹھہر کر جب ملکی حالات دُرست ہوجائیں تب ورنہ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ کی جڑیں قبائل میں پھیلی ہوئی ہیں۔ بغاوت کا اندیشہ ہے جس سے حکومت کا استحکام پارہ پارہ ہوجائے گا، البتہ استحکامِ حکومت ہوتے ہی میں بدلہ ضرور لوں گا۔ اُن کی اس بات کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہیں مانا اور اختلاف بڑھتا چلا گیا۔ دلائل طرفین کے پاس تھے اور ان ہی دلائل کی وجہ سے ہر ایک اپنے موقف پر پُوری طرح جما رہا اور اسی وجہ سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ وغیرہم کا مال مالِ غنیمت کی طرح کہیں بھی قبضہ میں نہیں لیا نہ ہی قیدیوں کو غلام بنایا بلکہ ایک

دفعہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ ہم میں سے جو قتل ہوتے ہیں شہید ہیں یا نہیں تو ارشاد فرمایا کہ شہید ہیں۔ اس نے دریافت کیا کہ جو ہمارے مقابلہ میں مارے جارہے ہیں اُن کا کیا حکم ہے فرمایا وہ بھی شہید[1] ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہ سے خوارج نے ایک مرتبہ یہی سوال کیا کہ آپ مقابل جماعت کے قیدیوں کو غلام اور باندیاں کیوں نہیں بناتے اُنھوں نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

اَتَسْبُوْنَ اُمَّکُمْ عَائِشَۃَ کیا تم اپنی ماں حضرت عائشہ کو قیدی اور لونڈی بنانا چاہتے ہو۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی رویّہ رہا اُنھوں نے بھی ایسی حرکات کو جائز نہیں سمجھا اور اختلاف کے باوجود احترام قائم رکھا بلکہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "البدایہ والنہایہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں بھی حضرت معاویہ ضرورت کے وقت حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی مالی امداد فرماتے رہے۔

حضرت معاویہ رضؓ نے یہ ادب بھی ملحوظ رکھا کہ حضرت علی رضؓ کی حیات میں اور آپ کے بعد حضرت حسن رضؓ سے صلح کے وقت تک اپنے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لفظ نہیں استعمال کیا۔ صرف امیر (گورنر) کا لفظ استعمال فرماتے رہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر لشکروں میں فسادی لوگ نہ ہوتے تو شاید صِفِّین کے مقام پر لڑائی کی نوبت بھی نہ آتی۔ اور اگر یہ حضرات صحابہ نہ ہوتے تو نہ معلوم کتنا خُون خرابہ ہوتا اور ساری زندگی لڑائی جاری رہتی۔ اس دَور میں اور اُس دَور کے بعد صحابہ کرام کا آپس میں اس امر پر اتفاق رہا ہے کہ سب صحابہ واجب الاحترام ہیں۔ اِدھر کے ہوں یا اُدھر کے یا یکسو رہنے والے سب کے پاس دلائل تھے اور سب پاکیزہ دل تھے۔ فسادیوں کی شرارتوں نے حالات ایسے بنا دیے تھے کہ معاملات سلجھائے نہ سلجھتے تھے حتّٰی کہ یہی فسادی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب بنے اور حضرت معاویہ رضؓ زخمی ہُوئے اور حضرت عمرو بن العاص رضؓ ان کے قاتلانہ حملہ سے بچ گئے۔

ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اس دور میں نہیں تھے اور ہمارے ہاتھ کسی

---

[1] کیونکہ اگر اختلاف دلائل صحیحہ کی بنیاد پر ہو تو یہی حکم ہے۔ ورنہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ القاتل والمقتول فی النّار قاتل اور مقتول دونوں آگ میں جائیں گے۔ صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قاتل کا جہنمی ہونا تو سمجھ میں آتا ہے مقتول کیوں جہنمی ہوگا۔ فرمایا

انہ کان حریصًا علی قتل صاحبہٖ کیونکہ وہ بھی تو دوسرے کو قتل کر ڈالنے کی حرص میں مبتلا تھا۔ یہ بات دوسری ہے کہ اسے موقعہ نہ مل سکا اور کامیاب نہ ہو سکا بلکہ خود ہی مارا گیا۔

فریق کے خُون میں نہیں رنگے گئے۔ اس لیے اب ہم اپنی زبانیں کیوں کسی فریق کے خُون میں رنگین اور یہی تمام دُنیا کے اہلِ سُنّت والجماعت کا عقیدہ چلا آرہا ہے۔

ان حالات کو تحریر کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ اگر عُلماء میں اختلاف ہو تو وہ دلائل پر مبنی ہوتا ہے اس لیے کسی بھی دوسرے فریق کو عوام اپنی نظر سے گرا کر اپنا دین تباہ نہ کریں۔ ورنہ اگر عالم کا احترام نہ رہا تو علم دین اور دین دونوں کا احترام دل سے نکل جائے گا اور یہ بہت بڑی تباہی ہے۔

وہ علماء کرام جو تقریباً ڈیڑھ سو سال سے بحالی حکومتِ مسلمہ اور جہاد آزادی میں لگے رہے ہیں ان کے علمی اور رُوحانی وارث آج بھی موجود ہیں انہیں تلاش کریں۔ ان کے جتنے بھی قریب ہوں گے ان کی خوبیاں زیادہ نظر آئیں گی۔ وہ دین پر استقامت کا نمونہ ہوتے ہیں۔ ایسے حضرات کا دامن نہ چھوڑیں نہ ہی اُن کے مقابل آئیں۔ یہ ایسا سنہری موقع ہے کہ جو کچھ آپ کرنا چاہیں گے وہ ہوجائے گا اور ہم سب یقیناً یہی چاہتے ہیں کہ یہاں اسلام ہی اسلام ہو اور ہمارا حشر خادمین اسلام میں ہو۔ رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ہو۔

کونسا مُسلمان ایسا ہے جو یہ چاہتا ہو کہ انگریزی قانون باقی رہے یا کوئی بھی قانون خواہ چینی ہو یا رُوسی یہاں نافذ ہو اور وہ قیامت میں انگریزوں اور رُوسی یا چینی لیڈروں کے ساتھ اُٹھایا جائے اور آئندہ آنے والی نسلیں اور اسلام قیامت کے دن اس پر لعنت کریں۔ والعیاذ باللہ

قیامت کے دن یوم ندعُوا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (پ۱۵ رکوع ۸) یعنی جس دن ہم بلائیں گے ہر فرقہ کو ان کے سرداروں کے ساتھ وہ کس کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ سوچیے اور بہت سوچیے آخرت کو سامنے رکھ کر سوچیے۔ رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی نظر سامنے رکھ کر سوچیے پھر فیصلہ کیجیے اور جم جائیے اللہ کی نُصرتیں اور رحمتیں آپ کے ساتھ ہوں گی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۔	یہ بات یقینی ہے کہ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر اسی پر قائم رہے ان پر فرشتے اُترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ۔ اور اس بہشت کی خوشخبری سنو جس کا تم سے وعدہ تھا ہم ہیں تمہارے رفیق دُنیا میں اور آخرت میں وہاں تمہارے لیے وہ ہے جو کچھ تم مانگو۔

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

درسِ حدیث

دین کی خاطر صحابہؓ کے فاقے حضرت سعدؓ کے کارنامے "کوفہ" اور "بصرہ" کی فوجی اور جغرافیائی اہمیت

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۲۶ سائیڈ اے ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۳ء

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

امابعد، عشرہ مبشرہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص یا سعد بن مالک بھی ہیں مالک اُن کے والد صاحب کا نام ہے اور اُن کی کنیت ابی وقاص ہے۔ یہ رشتے میں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ماموں لگتے ہیں ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں دیکھا اور دیکھ کر یہ فرمایا، دیکھو یہ میرے ماموں ہیں" فلیرنی امرء خالہ" کوئی آدمی دکھلائے ان جیسا اپنا ماموں، اُن کا اسلام شروع کا ہی ہے خود فرماتے ہیں کہ (اپنی معلومات کے مطابق) ایک ہفتے تک مسلمان کُل تین تھے تو اُس زمانے میں پُورے اسلام کا ⅓ تھا ایک تہائی یا ثلث اسلام

دین کی خاطر فاقے

اور ہمارے کھانے پینے کا حال یہ تھا کہ ہم درختوں کے پتے کھایا کرتے اور (رفع حاجت کے وقت) ہماری اجابت کا حال یہ تھا کہ وہ مینگنیاں ہوتی تھیں جیسے اُونٹ کی مینگنیاں تو کبھی کبھار حضرت سعدؓ نے ایسے جملے نقل کیے ہیں اُن کا بہت ہی بڑا مقام تھا

اُن کی دُعا قبول ہوتی تھی اور بڑے تیرانداز تھے

اور یہ کہ استجابت دُعا (دُعاء قبول ہونا) انکا خاص وصف تھا جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دفعہ اُنھیں تیراندازی کرتے ہوئے دیکھا اور آپ بہت خوش ہوئے۔ یہ تیراندازی کے ماہر تھے اور اس میں ضرورت ہوتی ہے قوّت بازُو کی خُدا نے وہ بہت عطا کی تھی۔ کیونکہ بار بار کھینچنا کمان کو یہ خاصا مشکل کام ہے تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو بہت ہی عُمدہ کلمات فرمائے ہیں۔

اسلام میں سب سے پہلا تیر اُنھوں نے چلایا

خود تو یُوں فرماتے ہیں انی لاول العرب رمی بسھمٍ فی سبیل اللہ میں سب سے پہلا عرب ہوں جس نے خُدا کی راہ یعنی جہاد میں تیر پھینکا اور واقعی جہاد تو ہُوا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہے اس سے پہلے تو اس کی نوبت ہی نہیں آئی تھی اور اسلام اور کُفر کا معاملہ ہی کہیں نہیں ہُوا تھا۔ ادھر یہ آتا ہے کہ حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے ان کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے اس طرح کے جملے تو نہیں سُنے آپ نے فرمایا (اور مَیں نے نہ سُنے ہوں) تو یہ الگ بات ہے مَیں نے جو سُنے ہیں "احد" کے دن وہ سعد بن ابی وقاص رضؓ کے بارے میں سُنے ہیں۔ اس دن آپ فرماتے ہیں کہ یا سعد ارم فداک ابی وامّی میرے ماں باپ تجھ پر قربان یہ جملہ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے بارے میں احد کے دن کہا ایک دفعہ دُعا دی آپ نے اجب دعوتہ وسدّد سھمہ اُن کی دُعا بھی قبول فرما اور ان کا تیر بھی نشانے پر بیٹھا اور ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اور کلمات فرمائے تھے کہ اللّٰھم اجب دعوۃ سعد اذا دعاہ یہ جب بھی دُعا کریں خداوندکریم ان کی دُعا قبول فرما۔ تو یہ مستجاب الدّعا تھے اس قسم کے واقعے کئی ایک آتے ہیں۔

کوفہ کی آبادی زمین کی الاٹمنٹ اور اہلِ کوفہ کی جانب سے حضرت سعد کے خلاف غلط شکایت

ایک واقعہ بخاری شریف میں آتا ہے کہ عراق کے فتح ہونے کے بعد جب حضرت عمر رضؓ نے کوفہ آباد کیا ہے اور وہاں الاٹمنٹنگ کی اور اُس کی آبادی بڑھتے بڑھتے ایک لاکھ ہوگئی۔ اُس زمانے میں ایک لاکھ آبادی بہت ہی زیادہ تھی تو وہاں حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کو حاکم مقرّر فرمادیا کوفے والوں کی طرف سے حضرت سعد رضؓ کے خلاف شکایت پہنچی حضرت عمر رضؓ کو کہ ہم ان سے خوش نہیں حضرت عمر رضؓ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کوئی شکایت پہنچتی تو اس کی تحقیق ضرور فرماتے اور یہ حاکم کا فرض بھی ہے کہ معلومات ضرور کرے تو اُنھوں نے معلومات کے لیے آدمی بھیجے اِن کو اپنے پاس بلا لیا اور ان سے پُوچھا کہ ایک شکایت تو یہ ہے کہ آپ صحیح طرح نماز ہی نہیں پڑھاتے اُنھوں نے کہا یہ کیسے ہیں لیسے ایسے پڑھاتا ہوں جیسے مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا ہے تو اُنھوں نے (فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ ذالک الظن بک یا ابا اسحٰق تمہارے بارے میں میرا گمان یہی تھا۔ دریافت ہی کر رہا ہُوں کوئی مان تو نہیں رہا اور یہ بھی بہت عمدہ کلمات ہیں حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کے ایسے کلمات صرف عشرہ مبشرہ کے بارے میں آتے ہیں ورنہ تو عام طور پر ایسے کلمات نہیں ہوتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں اُن کا مقام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ نے دیکھا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے چمڑے کے موزے پہن کر ان پر مسح کیا تو اُنھوں نے کہا یہ اسلام میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے تو جب تم اپنے والد سے ملو تو اُن سے پوچھنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ملے ہیں تو اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ اِذا حدّثك شَیئًا سعدٌ عن النّبیّ صلی اللہ علیہ وَسلّم فَلَا تَسأَل عنہ غیرہ۔ جب کوئی بات حضرت سعد رضی اللہ عنہ تمہیں بتلائیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

ورنہ (عام طور پر) یہ حال تھا کہ ذرا سی بات ہوتی تھی تو بُلا کر پوچھتے تھے کہ یہ کیوں کیا۔ اگر وہ صحابی کہتے تھے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک اور آدمی بھی لاؤ جس نے سُنا ہو تاکہ دو ہوں بتانے والے اور پھر یہ پتہ چل جائے صاف طور پر کہ کوئی غلط فہمی بھی نہیں سچ مچ یہی حکم ہے شک نہ رہے بالکل دوسروں کے بارے میں یہ تھا اور اُن کے بارے میں یہ تھا۔ اَب اہلِ کوفہ نے شکایت کی تو اُنھیں بُلا لیا اور بُلا کر یہ بات چیت کی۔

تحقیقاتی وفد کی کوفہ آمد اور لوگوں کی طرف سے اُن کی تعریف

اور پھر وہاں ایک وفد تحقیقات کے لیے بھیجا اُس وفد کے ساتھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی گھومتے رہے اور جہاں جہاں گئے ہر جگہ لوگوں نے تعریف کی کوئی بات (شکایت) ہی نہیں تھی ایک مقام پر ایک مسجد میں پہنچے تو وہاں ایک آدمی بڑا ہوا تھا ___ اُس نے کہا کہ آپ نے جو اَب ہمیں قسم دلائی ہے ہم صحیح بات کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نہ تو یہاں سے لشکر بھیجتے ہیں اور جو مالِ غنیمت آتا ہے وہ صحیح طرح انصاف سے تقسیم نہیں کرتے اور لَا یُحسِن بالقضیۃ فیصلہ دیتے ہیں تو وہ ٹھیک نہیں دیتے۔ پہلا پروپیگنڈہ تو وہ تھا کہ لا یُحسِن یصلی کہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے اس خُدا کے بندے نے کھڑے ہو کر یہ تین اعتراضات کر دیے

کوفہ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر تھا اور اس کی اہمیت

میں نے آپ کو بتایا کہ کوفہ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر تھا۔ یہیں سے تمام علاقے آذر بائی جان بخارا وغیرہ تک کا

علاقہ جو تھا یہ سب کوفہ سے تعلّق رکھتا تھا مدد کی کمک کی ضرورت ہوتی تھی تو وہاں سے وہ آتی تھی۔

بصرہ کی اہمیّت اور ڈویژنل ہیڈ کوارٹر

جیسے کہ بصرہ جو تھا اس کا تعلّق یہاں تک تھا، مکران تک بلکہ مکران سے بھی آگے سندھ تک سندھ کا کچھ حصّہ بھی ایسا تھا جس پر وہ پہنچ چکے تھے مکران حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق کے زمانے میں فتح ہوچکا تھا۔ اب یہ الگ ریاست تھی یا بلوچستان کا ہی حصّہ تھا معلوم نہیں کیا صورت تھی، اب تو بلوچستان کا ایک ضلع ہے۔ ساحل سمندر کے ایک طرف بظاہر یہاں آبادی تھوڑی تھی یہ جو نیچے کا حصّہ تھا ایران کا اور سارا یہ ساحلی علاقہ یہاں تک اس کا تعلّق ہیڈ کوارٹر بٹالین نہیں بلکہ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر جو کہ بصرہ تھا۔ وہاں سے تھا۔ دونوں بڑے شہر تھے۔ دونوں اہم تھے

اعتراض کرنے والے کے لیے حضرت سعدؓ کی بد دعا

تو اُس نے یہ اعتراض کیا کہ یہ لشکر بھیجتے ہی نہیں اور مال غنیمت آجاتا ہے یا بیت المال کے مال کا تقسیم کرنے کا وقت ہوتا ہے سرکاری جو خزانہ تھا اسٹیٹ بینک کی شاخ تو اس میں یہ صحیح تقسیم نہیں کرتے اور جہاد کے لیے جاتے ہی نہیں۔ لا یسیر فی السریۃ یا بھیجتے ہی نہیں (جہاد کے لیے لشکر)

اس نے کھڑے ہوکر یہ تین اعتراض کیے، اور کہا کہ جب آپ نے ہمیں قسم دی ہے تو مَیں صاف صاف بات کہتا ہوں یہ ہیں وہ باتیں، تو اُنھوں نے فرمایا کہ بھائی جب تُونے یہ باتیں کہی ہیں تو مَیں بھی تین بد دُعائیں دیتا ہوں۔ اللّٰھُمَّ اِن کان ھذا عبدك کاذبًا اللہ تعالیٰ اگر یہ بندہ جھوٹ بول رہا ہے قام ریاءً وسمعۃً یہ دکھلاوے کے لیے اور شہرت کے لیے اگر کھڑا ہوا ہے تو پھر اطل عمرہ واطل فقرہٗ بالفتن

اعتراض کرنے والے پر بد دُعا کا وبال

بڑی سخت بد دُعا ہے عمر بھی لمبی اس کی کردے فقر بھی لمبا کردے اور فتنوں میں اُسے مُبتلا کردے تو اُس نے لمبی عمر پائی جو اس وقت کے لوگ ہیں وہ کہتے ہیں ہم نے اسے دیکھا کوفہ کی سڑکوں پر وہ بچّیوں کو اور یہ جاریہ جو ہوتی ہیں یعنی باندیاں اُنھیں وہ چھیڑتا تھا باندیوں کا بازار جانا اور بازار سے سودا لانا۔

باندی بے پردہ باہر آجا سکتی ہے

پردہ اُن کا نہیں ہوتا، لباس بھی اُن کا مختلف ہوتا ہے تاکہ

تمیز ہو سکے کہ یہ باندی ہے اس لیے بے پردہ پھر رہی ہے یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ گھر کی عورت بے پردہ نکل آئے جس گھر میں سے بے پردہ نکلتی تھی عورت تو نکلتے وقت ہی سمجھ جائے گا آدمی کہ ان کی خادمہ ہے کچھ امتیاز رکھا جاتا تھا۔ جب انہیں وہ چھیڑتا تھا تو وہ کھڑی ہو جاتی تھیں اس کو بُرا بھلا کہتی تھیں اور لوگ اسے کہتے تھے کہ تمہیں کیا ہو گیا وہ لوگ کہتے ہیں قد سقط حاجباہ من الکبر بڑھاپے کی وجہ سے اس کی جو بھنویں تھیں وہ نیچے آ گئی تھیں آنکھیں اندر دھنس گئی تھیں اور پھر یہ حرکتیں کرتا تھا اس طرح کی یہ اسے لوگ کہتے تھے وہ خود کہتا تھا اصابتہ دعوۃ سعد شیخ کبیر مفتون بڈھا ہے کبیر ہے عمر رسیدہ ہے۔ مفتون فتنہ میں مُبتلا ہے اصابتہ دعوۃ سعد حضرت سعد کی اسے بد دُعا لگی ہے۔

فاتح کسریٰ

تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی فضیلتیں یہاں آ رہی ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہی ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے یہ کسریٰ فتح کرایا ہے یعنی ایران۔

حضرت خالد کی طرح حضرت مثنیٰ کو بھی ہمیشہ فتح ہی ہوئی فتح کا عجیب واقعہ

یہاں ایک جنرل تھے بہت بڑے صحابی۔ حضرت مثنیٰ ابن حارثہ وہ بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرح جس طرف گئے ہیں فتح ہی ہوئی ہے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے (اللہ تعالیٰ کا) اسی طرح کا معاملہ رہا ہے فتح ہی ہوئی ایک صحابی حضرت انس خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ فرماتے ہیں کہ ایک جگہ ہم پہنچے تو وہاں ہمیں بڑا نقصان ہوا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجاہدین کی تعداد بھی تھوڑی تھی تو حضرت خالد وہاں بیٹھے تھے اس کی کمان کر رہے تھے وہ زمین کی طرف دیکھتے رہے دیکھتے رہے نظر اُٹھائی آسمان کو دیکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ اُن کی عادت تھی کہ جب وہ فکر میں مبتلا ہوتے تو اسی طرح کرتے تھے۔ اُنھوں نے کہا صحابہ کرام سے کہ دو ہی صورتیں ہیں یا فتح ہو جائے یا سب شہید ہو جائیں ___ واپسی کا راستہ کوئی نہیں مدینہ واپسی کا تمہارے لیے راستہ نہیں پھر لڑے تو فتح ہوئی بڑے بڑے شدید مواقع آئے جس میں اُنہیں فتح ہی ہوتی رہی شکست سے وہ بچے ہی رہے اسی طرح یہ بھی تھے مُثنّیٰ ابن حارثہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو معزول کیا اور اسکی حکمت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی معزول کر دیا۔ اِدھر عرب کی فیاضی جو تھی۔ یہ عرب کی صفت ہے ان کے مزاج میں داخل ہے تو یہ فیاضی کرتے تھے سخاوت کرتے تھے اپنے حصّے میں جتنا آتا تھا وہ لے کر دوسروں پر خرچ کر ڈالنا یہ ایک طرز تھا اور سخاوت تھی یہ کوئی بُرائی بھی نہیں تھی لیکن اس سے شُبہات

پیدا ہوتے تھے کہ یہ مال اس کے پاس کہاں سے آیا لوگوں میں شبہات پیدا ہو سکتے تھے۔ دوسرا یہ کہ آگے کو دستور اسی طرح بن سکتا ہے تو حضرت عمرؓ کو یہ پسند نہیں تھا۔ دوسرا یہ کہ جہاں جہاں مثنیؓ گئے وہاں فتح ہوئی بہت پیچیدہ مواقع میں فتح ہوئی تو لوگوں کا خیال یہ ہوا کہ کامیاب چل رہے ہیں جہاں یہ ہوگا بس پھر کیا ہے ایسے ہی حضرت خالدؓ ہیں حضرت عمرؓ نے اپنے آنے کے بعد اُنھیں معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بھیج دیا اسی طرح حضرت خالدؓ کو معزول کر دیا اور اُن کی جگہ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو مقرر فرما دیا۔ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری اُمت میں وصف امانت میں سب سے آگے ہیں نہایت امین ہیں اب وہ علاقہ بڑا متمول تھا وہاں اموالِ غنیمت بہت آتے اس لیے وہاں اس قسم کا آدمی حضرت عمرؓ نے مناسب سمجھا اور پھر یہ بھی لکھا کہ میں اس لیے معزول کر رہا ہوں تاکہ تم سمجھ لو کہ فتح اللہ کی طرف سے ہے اور وہی مدد کرنے والا ہے "فان اللہ ناصر دینہ" تو اس (عقیدہ اور) خیال کو بھی پہنچانا تھا اور دوسرے یہ علاقہ جو ہے اس میں اموال بے حساب ہیں تو اس میں امانتداری جو ہونی چاہیے وہ ہونی چاہیے جس پر کوئی اُنگلی نہ اُٹھا سکے تو حضرت عبیداللہ بن جراح کو اُدھر اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو اِدھر ایران کی طرف امیر بنا دیا اور قادسیہ کا جو معرکہ تھا اس میں فتح حضرت سعد بن ابی وقاص کے دستِ مُبارک پر ہوئی پھر اور علاقہ بھی اسی طرح فتح ہوتا گیا۔ بعد میں طاقت ٹوٹ گئی تھی کفار کی، کمزور ہو گئے تھے۔ پھر کہیں بھی پاؤں نہیں جم سکے۔

باطنی حالت اور مقام صدیقیت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حالت قلبی کیا تھی۔ وہ معلوم ہوتا ہے جیسے صدیقیت کی کیفیت تھی: کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مُبارک میں آئی وہ اُن کے دل میں بھی آجاتی تھی، چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے وہاں دیواریں بھی کوئی بڑی نہیں تھیں اور مکان بھی محفوظ نہیں تھا۔ تو ایک شب ایسے ہُوا کہ طبیعت میں خدشہ پیدا ہُوا کہ آزاد علاقہ اندھیرا پتہ کوئی نہیں دشمنوں کی جگہ وہاں آپ کو خیال ہُوا کہ ممکن ہے کوئی حملہ آور ہو، طبیعت میں یہ بات تھی اور لوگوں بھی ضرور کچھ سوچا ہوگا تو آپ نے فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بس میرے ذہن میں یہ بات آرہی ہے کیا اچھا ہو کہ کوئی آدمی ہو جو جاگتا رہے اور پہرہ دیتا رہے یحرسنی،

(بقیہ بر صـ ۳۵)

مُرسلہ : ڈاکٹر محمد امجد

مکتوبِ مَدَنی رح

شیخ الاسلام مولانا سید حُسین احمد مَدَنی رحمہ اللہ

امورِ مسئولہ[۱] عنہا کے جوابات ذیل میں مندرج ہیں۔

و نیز باید دانست کہ بعضے از مفسّرین قدر را بمعنی تقدیر گرفتہ اند وگفتہ اند کہ دریں شب ارزاق و آجال و مصائب واعمال و دیگر حوادث عالم کون وفساد مقدر می شود و از لوح محفوظ بملائکہ نسخہائے امور متعلّقہ بآنہا نقل کردہ حوالہ می گردد تا برطبق آن درتمام سال عمل نمایند لیکن اصح آنست کہ ایں تقدیر درنصف شعبان است کہ آنرا شب برات نامند اگرچہ بعضے ائمہ تابعین چنیں گفتہ اند کہ نقل نسخہا دران شب شروع می شود و دریں شب یان تسلیم می نمایند بس ابتدائے تقدیر در شب برأت است وانتہائے آں دریں

اور جاننا چاہیے کہ بعض مفسّرین نے قدر کو تقدیر کے معنی میں لیا ہے اور کہا ہے کہ اس شب کے اندر روزی، موت، مصیبت، اعمال اور دُوسرے حوادثات جو دُنیا میں ہونے والے ہیں، مقدر ہوتے اور لوح محفوظ سے ملائکہ کو اُن کے کاموں کی نقل کر کے حوالے کر دیے جاتے ہیں، تاکہ اسی کے مطابق تمام سال عمل درآمد کرتے رہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ تقدیر شعبان کی پندرہویں میں ہوتی ہے جس کو شبِ برأت کہتے ہیں، اگرچہ بعض تابعین نے تاویل یہ کی ہے کہ پرچوں کی نقل اس رات کو شروع ہوتی ہے اور اس شب میں پیش کاروں کو حوالے کر دیتے ہیں، پس شروع تقدیر شب

---

۱ شب برأت کے اعمال کیا ہیں

شب است وتحقیق ہماں است کہ مذکور شد
(تفسیر عزیزی، سورۃ قدر، ص: ۲۵۸)

برأت میں ہے اور اس کا آخر اس رمضان کی رات میں ہے اور تحقیق وہی ہے جو گزری۔

(۲) و در قرآنِ مجید نزولِ قرآن را مؤرخ فرمودہ اند بسہ وقت شہرِ رمضان و شبِ قدر و شبِ مبارکہ کہ نزد اکثر علماء عبارت است از شبِ برأت کہ پانزدہم شعبان است، پس تطبیق دریں امر واقعی وایں تعبیراتِ متخالفہ چگونہ درست آید آنچہ بعد از تنقیح معلوم شد آں ست کہ نزولِ قرآن از لوحِ محفوظ در مقامِ بیت العزّت کہ بقعہ ایست از آسمانِ دنیا محفوف است بملائکہ ذی قدر در شبِ قدر است کہ در ماہِ رمضان واقع است وتقدیر نزول قرآں حکم فرمودن حافظانِ لوح را کہ نسخہ آں را نقل کردہ باآسمانِ دُنیا رسانند در شبِ برأت ہماں سال بود پس ہر سہ تعبیر درست افتاد و نزولِ حقیقی در شبِ قدر از ماہ رمضان واقع شد و نزولِ قرآن بر زبانِ پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم در ماہ ربیع الاوّل سر سال چہلم است و اتمام نزول آں در بقیۃ العمر پس تعارضے نماند
تفسیر عزیزی سورۃ قدر ص ۲۶۰)

(۲) مؤرخین نے نزول قرآن مجید کو تین وقتوں میں مانا ہے۔ رمضان المبارک، شبِ قدر اور شب مُبارک جو اکثر عُلماء کے نزدیک شب برأت سے تعبیر کی جاتی ہے، جو پندرہویں شعبان ہے، پس اس امرِ واقعی میں توفیق کی کیا صُورت ہے اور توجیہات جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں کیونکر ٹھیک ہو سکتی ہیں، تتبّع اور تنقیح کے بعد جو چیز سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کا نزول لوحِ محفُوظ سے مقام بیت العزّت میں جو کہ آسمان میں ایک جگہ ہے جو بڑے درجے کے فرشتوں سے گھری ہُوئی ہے شبِ قدر میں ہُوا، جو رمضان کے مہینے میں واقع ہے اور نزولِ قرآن کی تقدیر اور محافظین کو حکم دینا کہ اس نسخے کو نقل کر کے آسمانِ دُنیا پر پہنچائیں شبِ برأت میں ہُوئی، جو اسی سال تھی، پس تینوں تعبیرات صحیح ہو گئیں، لہٰذا نزولِ حقیقی رمضان المبارک کے مہینے شبِ قدر میں ہُوا اور نزولِ تقدیری اس سے پہلے شبِ برأت میں اور پیغمبر صلعم کی زبان مبارک پر نزول قرآن ربیع الاوّل کے کے مہینے میں جو شروع نبوّت کا چالیسواں سال ہے اور پھر پُورا نزولِ قُرآن آپکی باقی ماندہ عمر میں ہوتا رہا، لہٰذا کوئی تعارض نہیں رہ گیا۔

(۳) دریں جا ہم باید شنید کہ اتباعِ پیغمبر را صلّی اللہ علیہ وسلّم مراتب است، دورانِ افراط و

غور سے سننا چاہیے کہ آنحضرت صلعم کی پیروی کے درجے ہیں، جس میں کمی اور زیادتی ہو جاتی

تفریط قبیح نبود، لیکن ہرچہ برجادۂ اعتدال
ست بلاریب افضل است از جانبینِ
افراط و تفریط، پس ادعیہ کہ درحق اموات
در وقت حضور قبور یا غیبت آن بوضعی کہ از
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مروی
وثابت شدہ۔ بہماں وضع اگر بوقوع آید
افضل است از اوضاع دیگر ۔
مثلاً آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم
در شبِ برأت تنہا بے اطلاع و
اعلام احدے در بقیع تشریف بردند
و دعا فرمودند وکسی را از صحابہ
امر نفرمودند کہ دریں شب بر مقام
باید رفت و دعا باید کرد چہ جائے کہ
تاکید کردہ باشند پس الحال اگر کسے
اتباع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم منظور
داشتہ در شب برأت در مقبرہ
مجمع صلحا نمودہ ادعیہ وافرہ کند
او را بمخالفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
ملام کردن نمی رسد لیکن ایں قدر باید
فہمید کہ ایں امر شدہ شدہ برسم انجامیدہ
حقیقت کار وران باقی خواہد ماند و مثال
موضح ایں بیاں است مسئلہ فقہیہ کہ جماعت
نفل مکروہ نیست اگر تداعی باشد مکروہ است
صراطِ مستقیم صفحہ ۵۴/۵۵

ہے۔ اگرچہ یہ افراتفری زیادہ بُری نہیں، تاہم
جو چیز اعتدال کے ساتھ ہوگی وہ یقیناً
اس افراتفری سے افضل ہوگی ۔،
پس وہ دُعائیں جو مردوں کے بارے میں
ہیں، قبروں کے سامنے یا قبروں کی عدم موجودگی
میں آنحضرت صلعم سے جس طرح مروی اور
ثابت ہیں اگر اسی طرح اس کو عمل میں لایا
جائے تو یہ طریقہ دوسرے طریقوں سے افضل و
بہتر ہوگا۔ مثال کے طور پر آنحضرت صلعم
کا شب برأت میں چپکے سے اُٹھ کر بغیر اطلاع
بقیع میں تشریف لے جانا اور دُعا فرمانا اور پھر صحابہ
میں سے کسی کو حکم نہ دینا کہ اس رات کو
قبرستان میں جانا چاہیے اور دُعا کرنا چاہیے
لہٰذا اگر کوئی شخص اتباع نبوی کو مدّنظر رکھ
کر شبِ برأت میں قبرستان کے اندر صلحاء
کا مجمع کرکے زیادہ دُعائیں کرے تو مانا کہ اس
کو مخالفتِ آنحضرت صلعم سے تعبیر کرنا اور
ملامت کرنا نہ کہا جائے گا، لیکن اتنا ضرور سمجھنا چاہیے
کہ یہ بات آہستہ آہستہ رسم بن جائے گی ،
اور حقیقت اس کے اندر سے جاتی رہے گی۔ اس
بیان کی تائید اس مسئلہ فقہیہ سے ہوتی ہے کہ
جماعت سے نفل نماز مکروہ نہیں ہے، لیکن اگر
التزام کرکے ادا کی جایا کرے تو فقہاء اس کو
مکروہ کہتے ہیں۔

تفریط قبیح نبود، لیکن ہرچہ بر جادۂ اعتدال
ست بلاریب افضل است از جانبینِ
افراط و تفریط، پس ادعیہ کہ در حق اَموات
در وقت حضورِ قبور یا غیبت آن بوضعی کہ از
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مروی
وثابت شدہ۔ ہماں وضع اگر بوقوع آید
افضل است از اوضاع دیگر ۔
مثلاً آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم
در شبِ برأت تنہا بے اطلاع و
اعلام احدے در بقیع تشریف بردند
و دُعا فرمودند وکسی را از صحابہ
امر نفرمودند کہ دریں شب بر مقام
باید رفت و دُعا باید کرد چہ جائے کہ
تاکید کردہ باشند پس الحال اگر کسے
اتباع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم منظور
داشتہ در شب برأت در مقبرہ
مجمع صلحا نمودہ ادعیہ وافرہ کند
او را بمخالفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
ملام کردن نمی رسد لیکن ایں قدر باید
فہمید کہ ایں امر شدہ شدہ برسم انجامید
حقیقت کار دران باقی خواہد ماند، ومثال
موضح ایں بیان است مسئلہ فقہیہ کہ جماعت
نفل مکروہ نیست اگر تداعی باشد مکروہ است
صراطِ مستقیم صفحہ ۵۴/۵۵

ہے۔ اگرچہ یہ افراتفری زیادہ بُری نہیں، تاہم
جو چیز اعتدال کے ساتھ ہوگی وہ یقیناً
اس افراتفری سے افضل ہوگی۔
پس وہ دُعائیں جو مردوں کے بارے میں
ہیں، قبروں کے سامنے یا قبروں کی عدم موجودگی
میں آنحضرت صلعم سے جس طرح مروی اور
ثابت ہیں اگر اسی طرح اس کو عمل میں لایا
جائے تو یہ طریقہ دوسرے طریقوں سے افضل و
بہتر ہوگا۔ مثال کے طور پہ آنحضرت صلعم
کا شب برأت میں چپکے سے اُٹھ کر بغیر اطلاع
بقیع میں تشریف لے جانا اور دُعا فرمانا اور پھر صحابہ
میں سے کسی کو حکم نہ دینا کہ اس رات کو
قبرستان میں جانا چاہیے اور دُعا کرنا چاہیے
لہٰذا اگر کوئی شخص اتباع نبوی کو مدِّ نظر رکھ
کر شبِ برأت میں قبرستان کے اندر صلحاء
کا مجمع کر کے زیادہ دُعائیں کرے تو مانا کہ اس
کو مخالفتِ آنحضرت صلعم سے تعبیر کرنا اور
ملامت کرنا نہ کہا جائے گا، لیکن اتنا ضرور سمجھنا چاہیے
کہ یہ بات آہستہ آہستہ رسم بن جائے گی،
اور حقیقت اس کے اندر سے جاتی رہے گی۔ اس
بیان کی تائید اس مسئلہ فقہیہ سے ہوتی ہے کہ
جماعت سے نفل نماز مکروہ نہیں ہے، لیکن اگر
التزام کر کے اُدا کی جایا کرے تو فقہاء اس کو
مکروہ کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا نصوص سے معلوم ہوگیا کہ شبِ برأت ایک مبارک رات ہے اور راجح یہی ہے کہ سورۃ دخان کی آیت :

انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ	ہم نے اس کو اُتارا ایک برکت کی رات میں،
انا کنّا منذرین فیھا یفرق	ہم ہیں کہہ سُنانے والے، اسی میں جُدا ہوتا
کل امر حکیم۔ امرا من	ہے۔ ہر کام جانچا ہُوا، حکم ہو کر ہمارے پاس
عندنا انا کنّا مرسلین رحمۃ	سے، ہم ہیں بھیجنے والے رحمت سے تیرے
من ربك انه ھو السمیع العلیم۔	رب کی، وُہی سُننے اور جاننے والا ہے۔

سے مُراد ارجح الاقوال پر یہی شب برأت ہے، اس روایت میں جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ بقیع میں تشریف لے جاکر اہلِ بقیع کے لیے دُعا فرمائیں، چنانچہ حجرہ حضرت عائشہ رضی عنہا سے بغیر خبر کیے ہُوئے دبے پاؤں نکل کر بقیع میں گئے اور اہلِ بقیع (مقبرہ مدینہ منوّرہ) کے لیے دُعا فرمائی، اس دن کے لیے روزہ رکھنے کا ارشاد فرمایا گیا ہے، اس لیے اگر ہو سکے تو ۱۴ اور ۱۵ کو روزہ رکھیں اور درمیانی شب میں جس قدر ممکن ہو، نوافل اور ذکر و تسبیح سے اس شب کو معمُور کریں اور بِلا اجتماع مقبرہ میں جاکر اہلِ قبور کے لیے دُعا کریں، اِن اعمال کے علاوہ بدعاتِ سیئہ اور قبائح ہیں۔

(مکتوب ۸۶ ج ۱ ص۲۴۵ تا ص۲۴۸)

انتقال پُر ملال

گزشتہ ماہ ہمارے پُرخلوص دوست اور حضرت اقدس بانی جامعہ کے خلیفہ جناب سیّد حامد علی شاہ صاحب مدظلہم کے چھوٹے بھائی جناب سیّد حسن عبداللہ صاحب ڈی۔جی اینٹی کرپشن طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت ہی خلیق انسان تھے۔ دیانتداری میں عدیم المثال تھے۔ عُلماء کا بے حد احترام کرتے تھے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ادارہ اُن کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

(قسط:۳)

"آبِ زم زم"

فضائل، فوائد، خصوصیات، برکات

مولانا عبدالحفیظ صاحب فاضل جامعہ مدنیہ لاہور

آبِ زم زم ہر بیماری کا علاج ہے

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے آبِ زمزم میں ہر بیماری سے شفاء کی خاصیت رکھی ہے، چنانچہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عن ابن عبّاس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرُ ماء علی وجہ الارض ماءُ زمزم، فیہ طعام الطعم وشفاء السقم [1]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روئے زمین پر سب سے بہتر پانی زمزم ہے، اس میں کھانے والوں کے لیے کھانا ہے اور تمام بیماریوں سے شفاء ہے

اسی مفہوم کی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم طعامُ طعمٍ وشفاء سقم [2]

آبِ زمزم کھانے والوں والوں کے لیے کھانا اور تمام بیماریوں سے شفاء ہے۔

عن ابن عبّاس رضی اللہ عنہما قال قال

ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی

---

[1] الترغیب والترہیب ج: ۲، ص: ۲۰۹، مجمع الزوائد ج: ۳، ص: ۲۸۶، طبرانی کبیر ج: ۱۱، ص: ۹۸، وَرُواتُہٗ ثقات

[2] رواہ البزار باسناد صحیح کما فی الترغیب والترہیب ۲/ ۲۰۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماء زمزم لما شُرِبَ لَہٗ فان شربتہٗ تستشفی بہ شَفَاکَ اللہ۔[1]

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ماءِ زمزم ہر اس مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے اگر تُو نے شفاء کی نیت سے پیا تو اللہ تعالیٰ تجھے ضرور شفاء عطا فرمائے گا۔

سیّدنا ابن عبّاس رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ وہ بیماری کے لیے آب زمزم ہی نوش فرمایا کرتے تھے اور آپ جب زمزم پیتے تو یہ دُعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ[2]

اے اللہ میں آپ سے علم نافع، وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفاء چاہتا ہوں

آبِ زمزم پیتے وقت اکابرینِ اُمّت کی دُعائیں

سیّدنا ابن عبّاس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے پہلے جزء مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَہٗ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نیت سے بھی زمزم پیا جائے گا اللہ پاک پینے والے کی نیت اور اس کی مُراد ضرور پوری کریں گے صرف شرط یہ ہے کہ کامل یقین اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرتے ہوئے پیئے، تجربہ کی نیت سے نہ پیئے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمزم پیتے وقت جو دُعائیں کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کی دُعائیں بھی قبول فرمائے گا۔

اس حدیث کی وجہ سے کہ زمزم پیتے وقت دُعائیں قبول ہوتی ہیں بہت سے صحابہ و تابعین ائمہ کرام اور عُلماء عظام نے زمزم پیتے وقت دُنیا و آخرت کی مختلف دُعائیں کی ہیں بے شمار لوگوں نے اپنے مقاصد اور مطالب کو دُنیا ہی میں پُورا ہوتے ہوئے دیکھا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ سے قوی اُمید ہے کہ آخرت سے متعلق مانگی گئی دُعائیں بھی آخرت میں ضرور پُوری فرمائیں گے۔

ذیل میں ہم چند اکابرینِ اُمت کی دُعائیں نقل کرتے ہیں۔

زمزم پیتے وقت سیّدنا حضرت عمر فاروق رضؓ کی دُعا

---

[1] مستدرک حاکم ج: ۱ ص: ۴۷۳، جامع الصغیر ج: ۴، ص: ۴۰۴

[2] ایضاً

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جب زمزم پیا تو آپ نے یہ دُعا فرمائی۔

اَللّٰھم انی اشربہ لظمأ یوم القیمۃ۔	یا اللہ میں قیامت کے دن کی پیاس دُور کرنے کی نیت سے زمزم پیتا ہوں۔

سیّدنا ابن عبّاس رضی اللہ عنہما کی دُعا

ترجمان القرآن سیّدنا ابن عبّاس رضؓ جب آب زمزم پیتے تو یہ دُعا فرماتے۔

اَللّٰھم انی اسئلک علمًا نافعًا ورزقا واسعًا وَ شفاءً من کل داءٍ	اے اللہ میں آپ سے علم نافع، وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفاء چاہتا ہوں

یہ ایسی جامع ترین دُعا ہے جو دُنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں پر مشتمل ہے۔

سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دُعا

سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحؒ جب آب زمزم پیتے تو یہ دُعا فرماتے تھے کہ" میں (روئے زمین کا) سب سے بڑا عالم بن جاؤں اور اللہ تعالیٰ نے یہ بلند مرتبہ اور عظیم الشان مقام دُنیا ہی میں آپ کو عطا فرما دیا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی دُعا

شیخ الاسلام حضرت عبداللہ بن مُبارک متوفی ۱۸۱ھ کے بارے میں مروی ہے کہ اُن کے پاس آب زمزم لایا گیا تو آپ نے اس کا ایک گھونٹ پیا پھر قبلہ رُو ہو کر فرمانے لگے کہ اے اللہ ابن ابی الموالی نے ہم کو حدیث بیان کی محمد بن منکدر کے حوالہ سے اُنھوں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَہٗ لہٰذا میں قیامت کے دن کی پیاس ختم ہونے کے لیے پی رہا ہوں۔ بعد ازاں آپ نے آب زمزم نوش فرمایا[1]

حضرت سفیان بن عُیَیْنَہ کے شاگرد نے اس نیت سے زمزم پیا کہ ان کے اُستاد

---

[1] الترغیب والترہیب ۲/۲۱۰

انہیں سو احادیث سُنائیں گے۔

امام ابو بکر الدینوریؒ نے اپنی کتاب "المجالسۃ" میں امام حمیدیؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انھوں نے ہمیں یہ حدیث بیان کی "مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَہٗ" تو مجلس سے ایک شخص کھڑے ہوکر یہ عرض کیا کہ اے ابو محمد زمزم سے متعلّق جو حدیث آپ نے بیان کی ہے کیا وہ صحیح نہیں ہے؟ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے جواب دیا جی بالکل صحیح ہے تو اس شخص نے کہا کہ مَیں نے ابھی زمزم کا ایک ڈول اِس نیت سے پیا ہے کہ آپ مجھے سو احادیث سُنائیں گے تو سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیٹھیے تو وہ شخص بیٹھ گیا۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ نے اسے پوری سو احادیث سُنائیں[1] اللہ تعالیٰ امام سفیان بن عیینہ پر رحم فرماتے کہ سائل کے علمی شوق کو فورًا بلا کسی ردّ و قدح کے پورا فرمادیا۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی زمزم پیتے وقت نیت و دُعا

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں مشہور ہے کہ امام صاحب نے رَمی کے دُرست ہونے کی نیت سے زمزم پیا، اس دُعا کی برکت سے اُن کی نوے فیصد کنکریاں صحیح و دُرست جگہ پر لگتی تھیں یا گرتی تھیں[2]

امام شافعی رحمہ اللہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ امام صاحب نے فرمایا کہ مَیں نے زمزم تین مقاصد کے لیے پیا ہے۔ رمی کے لیے لہٰذا اس کے بعد میری رمی سو فی صد یا نوے فی صد درست ہوگئی۔

۲۔ دوسری نیت میری علم کی تھی، اب میں علم کے جس مقام پر ہوں وہ اسی دُعا کی وجہ سے ہوں۔

۳۔ تیسری نیت مَیں نے زمزم پیتے وقت یہ کی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنّت میں داخل فرمادیں، اس کی اُمّید رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ وہ یہ دُعا بھی پُوری فرمائیں گے۔[3]

---

[1] جزء ابن حجر ص: ۱۹۱

[2] اخبار الاذکیاء لابن الجوزی ص: ۱۰۵

[3] نشر الآس

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی زمزم پیتے وقت نیت و دُعاء

صحیح ابن خزیمہ کے مصنّف امام الحافظ محمد بن اسحاق (متوفی ۳۱۱ھ) سے مروی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا مِنْ اَیْنَ اُوْتِیْتَ الْعِلْمَ آپ کو یہ علم کہاں سے حاصل ہوا ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے۔

مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ لہٰذا مَیں نے جب بھی زمزم پیا تو اللہ تعالیٰ سے علم نافع کا سوال کیا۔[1]

صاحبِ مستدرک کی زمزم پیتے وقت دُعا

مستدرکِ حاکم کے مصنّف امام الحافظ المحدث ابوعبداللہ الحاکم (متوفی ۴۰۵ھ) سے مروی ہے کہ انہوں نے زمزم اس نیت سے پیا تاکہ وہ بہترین مصنّف بن جائیں۔ اس نیت کے بعد اور زمزم کی برکت کی وجہ سے وہ اپنے زمانہ کے بہترین مصنّف بن گئے تھے۔[2]

خطیبِ بغدادی کی نیت و دُعاء زمزم پیتے وقت

محدّثِ شام و عراق امام ابوبکر احمد بن علی صاحب تاریخ بغداد (م: ۴۶۳ھ) سے مروی ہے کہ جب انہوں نے حج کیا تو تین بار آب زمزم پیا اور ہر مرتبہ حدیث " ماء زمزم لما شرب لہ " پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ایک حاجت کے پورا ہونے کی دُعا کی پہلی دُعا یہ کی کہ مَیں تاریخ بغداد لکھ سکوں۔ دوسری دُعا یہ کی کہ مَیں شاہی مسجد جامع منصور میں حدیث پڑھاؤں۔ تیسری دُعا یہ کی کہ الامام المحدث الزاہد شیخ الاسلام بشر حافی رحمہ اللہ کی قبر کے پاس دفن کیا جاؤں۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تینوں دُعائیں پوری فرمادیں۔[3]

امام ابن الجزری کے والد کی دُعاء نرینہ اولاد کے لیے

حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے امام حافظ محمد ابن الجزری کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ اُن کے والد تاجر تھے اور شادی کے بعد چالیس برس تک اُنکے ہاں نرینہ اولاد نہیں ہوئی تو یہ حج کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں آب زمزم پیتے وقت یہ دُعا کی ہے یا اللہ مجھے ایسا فرزند عطا فرما جو بہت بڑا عالم ہو، چنانچہ دُعا قبول ہوئی اور امام جزری ۷۵۱ھ میں رمضان المبارک میں پیدا ہوئے۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء ج: ۱۴ ص ۳۷۰، تذکرہ الحفاظ ج: ۲ ص ۷۲۱ [2] تذکرۃ الحفاظ ج: ۳ ص: ۱۰۴۴ [3] تذکرۃ الحفاظ ج: ۳، ص ۱۹۳ [4] الغایہ شرح الہدایہ فی علم الروایہ لابن الجزری

قادیانیت ایک نظر میں

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب مدظلہم مدینہ منورہ

یہ دُنیا دار الفتن ہے۔ طرح طرح کے فتنے اُٹھتے رہے ہیں اور اُٹھتے رہتے ہیں زمانہ قدیم میں قدریہ، جبریہ، معتزلہ، کرامیہ کے نام سے فتنے اُبھرے جن کے بانیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم اصلی مُسلمان ہیں جبکہ حضرات صحابہ کرام کے عقائد و اعمال کو چھوڑ کر نئے عقائد تجویز کر لیے تھے حالانکہ صحابہ کی ہی وہ جماعت ہے جس کو قرآن و حدیث میں معیارِ حق اور حقیقت بتایا ہے۔ سورۃ التوبہ میں فرمایا:

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ اُن کے پیرو ہیں۔ اللہ اُن سب سے راضی ہُوا اور وہ سب اس سے راضی ہُوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے ایسے باغ مہیّا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

آیت بالا میں حضرات صحابہ سابقین اوّلین مہاجرین و انصار سے اور ان لوگوں سے جو صفت احسان سے متصف ہوتے ہُوئے ان کا اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا مندی کا اعلان فرمایا ہے جو شخص حضرات صحابہ سے ہٹا احادیث شریفہ سے کٹا (کیونکہ احادیث انہی حضرات سے مروی ہیں) تو قرآن کا بھی باغی

ہُوا اگرچہ قرآن کا نام لیتا رہے اور اپنے کو مُسلمان سمجھتا رہے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قرآنِ کریم کی جو تفسیر کی اور جو مطلب بتایا اس سے جو شخص مُنہ موڑے گا اور اپنی طرف سے قرآن کے مطالب و معانی تجویز کرے گا۔ تحریف و تاویل کے انبار لگا دے گا۔ ایسا شخص مُسلمان نہ ہوگا خواہ کیسا ہی مُسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بہتّر فرقے ہوگئے تھے اور میری اُمّت کے تہتّر فرقے ہوجائیں گے ان میں سے بہتّر فرقے دوزخ میں ہوں گے، صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک فرقہ کونسا ہے جس کی نجات ہوگی آپ نے فرمایا: مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کہ یہ وہ جماعت ہے جن کے عقائد و اعمال وہ ہیں جن پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (رواہ الترمذی کما فی المشکوٰۃ ص ۳۰)

اس روایت کے آخر میں سنن ابو داؤد میں یہ بھی اضافہ ہے۔

وانہ سیخرج فی امتی اقوام تتجاری بھم تلک الاھواء کما یتجاری الکلب بصاحبہ لا یبقی منہ عرق ولا مفصل الا دخلہ

(اور بے شک میری اُمّت میں سے ایسے لوگ نکلیں گے جن کے اندر نفسانی خواہشات اس طرح سرایت کر جائیں گی جیسے کُتّے کے کاٹے ہُوئے شخص کے اندر کاٹنے کا زہر سرایت کر جاتا ہے اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا کہ جسم میں سرایت نہ کر جاتے)

حضرات صحابہ کرام کے عہد میں ہی اہل اھوار شروع کر چکے تھے اس قسم کے لوگوں کا سب سے پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ احادیث نبویہ کی حجیت سے دستبردار ہوں اور حضرات سلف صالحین کی عظمت اور اہمیت ختم کر دیں تاکہ قرآن حکیم کی من مانی تفسیر کرنے کا راستہ ہموار ہوجائے اور منصوص و مجمع علیہ احکام شرعیہ کو پسِ پشت ڈال سکیں اس طرح کے فرقے بہت سے گزر چکے ہیں اور خاصی تعداد میں اب موجود ہیں جو لوگ اس طرح کے فرقوں کے بانی ممتاز افراد ہوتے ہیں ان کا راہِ حق پر آجانا از بس مشکل ہوجاتا ہے قرآن وحدیث کی واضح تصریحات سامنے رکھ کر اُن کی محدثات اور خرافات کی نشاندہی کیجیے کبھی نہ مانیں گے۔

ایسا فرقہ تو صدیوں سے موجود ہے جو حضرات صحابہ کرام کو (باستثناء چند افراد) کافر کہتے ہیں ایسے لوگوں کے اندر رگ رگ میں اور جوڑ جوڑ میں ہوا۔ نفسانی اس طرح سے سرایت کر جاتی ہے جسے حدیث شریف میں الکلب فرمایا ہے اہلِ حق میں سے جو شخص لوگوں کی تفہیم کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دلائل شرعیہ کو رَد کرتے ہوئے باؤلے کُتّے کی طرح کاٹنے کو دوڑتے ہیں اگر کوئی بے علم ان لوگوں کی کتاب پڑھ لیتا ہے یا ذرا دیر صحبت میں بیٹھ جاتا ہے تو وہ بھی اُن کی اھواء کا شکار ہو جاتا ہے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ختمِ نبوّت کے مسئلہ کو بالکل ختم کرکے قرآن کے موجود ہوتے ہوئے مدعیانِ نبوّت کو بھاری تعداد میں ہمدرد اور مؤید و معتقد مل گئے ہیں جنھوں نے خاتم النّبیین کا مطلب اپنے پاس سے تجویز کرکے قرآنی اعلان کو بالکل محرّف کر دیا ہے۔

قرآن مجید میں سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النّبیین بتایا ہے۔ (دیکھو سورۃ الاحزاب (آیت ۴۰)

اور اس آیت کی وجہ سے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کثیر ارشادات کی وجہ سے جن میں آپ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک کے سارے مُسلمان یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پہ نبوّت اور رسالت ختم ہوگئی اور جو بھی شخص آپ کے بعد نبوّت یا رسالت کا دعوٰی کرے گا وہ جھوٹا ہوگا وہ اور اس کے ماننے والے کافر ہوں گے اور دوزخ میں ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی سورہ نساء کی آیت کریمہ اور اسکا ترجمہ پڑھیے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ (سورۃ نساء ۱۱۵)	اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے اسکے بعد کہ اس کے لیے ہدایت ظاہر ہو چکی ہے اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف کسی دوسرے راستے کا اتباع کرے تو ہم اس کو کام کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے اور اس کو جہنّم میں داخل کریں گے۔

اس آیت میں واضح طور پہ بتایا گیا کہ جو شخص مؤمنین کے راستے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ

اختیار کرے گا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

مرزا غلام احمد نے اپنے کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا بتایا ہے اور اُن کو خوش کرنے کے لیے جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کیا ہے اور آج تک اس کے ماننے والوں کا کافروں ہی سے جوڑ ہے اور اُنھیں کی خدمات انجام دیتے ہیں آخر کیا وجہ ہے کہ منکرینِ رسالتِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اور مکذبین قرآن ہی سے قادیانیوں کا جوڑ ہے اور کافر اُن کی پشت پناہی کیوں کرتے ہیں۔؟ دیکھو ہندوستانی حکومت نے اُن کو بہت بڑی زمین دہلی میں دے رکھی ہے۔ اسرائیل میں اُن کا بہت بڑا دفتر ہے۔ مرزا طاہر نے ربوہ سے راہ فرار اختیار کی تو انگریزوں نے لپک کر اسے پناہ دی۔ مرزا قادیانی کے ماننے والوں کا کافروں سے جوڑ ہے، اہل ایمان سے توڑ ہے۔

ہر قادیانی اس پر غور کرے اور یہ بات بھی فکر کرنے کی ہے کہ مرزا قادیانی کے ماننے والے مُسلمانوں ہی میں اپنی دعوت کا کام کیوں کرتے ہیں، ہنود، یہود، بُدھشٹ اور نصارٰی میں اپنا کام کیوں نہیں کرتے، کیا یہ بات نہیں ہے کہ اہلِ ایمان کے دلوں سے ایمان کھرچنے کا بیڑہ اُٹھا رکھا ہے جو اہلِ کُفر ہیں ان سے دوستی ہے، خود بھی کافر وہ بھی کافر، اُن کو اپنے دین کی دعوت دینے کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔

یہ جو علماء اسلام سورۃ الاحزاب کی آیت سُناتے ہیں اس کا مضمون سمجھاتے ہیں۔ قادیانی مبلغین اپنے عوام کو بہکانے کے لیے خاتم النبیین کا ترجمہ افضل النبیین کر دیتے ہیں یہ کفر بالائے کُفر ہے۔ کیونکہ اوّل تو محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نبوّت ختم ہونے کے منکر ہیں۔ پھر آیت کریمہ کی تحریف کر دی۔ اگر قادیانی یوں کہہ دیں گے کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے تو جاہل سے جاہل مُسلمان اُن کے قریب نہیں جائے گا۔ لہٰذا قرآن کو ماننے کا دعوٰی بھی کرتے ہیں پھر اس کی تصریحات کو بھی نہیں مانتے

قادیانی مبلغوں کے سامنے جب یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء والمرسلین تھے تو آپؐ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو کیسے نبی مانتے ہو؟ تو اس سوال کے جواب میں جو اُنھوں نے بہت سی کُفریہ تاویلیں بنا رکھی ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا ظہور محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کا دوبارہ تشریف لانا ہے۔ اس بات کو ظلی اور بروزی نبی سے تعبیر کرتے ہیں۔ (یہ ظلی اور بروزی بات بھی تو شیطان نے سمجھائی ہے۔ قرآن و

حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں) سوال یہ ہے کہ اگر تمہارا دین علیحدہ کوئی دین نہیں ہے۔ سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دین پر ہو اور بقول تمہارے اسی دین کی اشاعت کے لیے مرزا قادیانی کا ظہور ہُوا تو مرزا نے جہاد کو کیوں منسوخ قرار دیا اور کافروں سے کیوں موالاۃ کی، جواب تک ہے۔ سورۃ مائدۃ میں فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (۵۱)

(اے ایمان والو یہود و نصارٰی کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص ان سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہے بے شک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا)

یہود و نصارٰی سے جو قادیانیوں کا جوڑ ہے۔ معروف و مشہور ہے اب قادیانی آیت مذکورہ کو سامنے رکھ کر اپنے بارے میں فیصلہ کریں۔ قرآن مجید میں تو صاف صاف بیان فرمادیا کہ جو شخص یہود و نصارٰی سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہے اس اعلان واضح کے بعد بھی یہ کہنا کہ ہم قرآن کے ماننے والے ہیں کیا یہ قادیانیوں کا ظلم نہیں ہے؟

ہر قادیانی کو فکر کرنا لازم ہے یہ مسئلہ دُنیاوی نہیں ہے۔ آخرت میں نجات کا مسئلہ ہے۔ دینِ اسلام قبول کرنا دوزخ سے بچنے ہی کے لیے ہے، دُنیا تو کسی نہ کسی طرح گزر ہی جاتی ہے اسلام قبول کرنے کی ضرورت اسی لیے ہے کہ دوزخ سے بچ سکیں اور جنّت میں داخل ہوسکیں۔ اگر تم اپنے کو مُسلمان سمجھتے رہے لیکن قرآن کے منکر رہے اور قرآن کے حاملین اور عالمین اور عاملین کے اعلان کے مطابق کافر ہی رہے تو اس جھوٹے دعوائے اسلام سے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ہم سچّے دل سے ہر قادیانی کو فکر کی دعوت دیتے ہیں کہ اپنی جان اور اہل و عیال کو دوزخ سے بچائیں اور مرزا طاہر اور اس کے چھوڑے ہُوئے مبلّغین کے دھوکے میں نہ آئیں۔ یہ دعوائے فکر بالکل خیر خواہی پر مبنی ہے۔ خُوب سمجھ لیں۔

شیطان اس پر خوش ہوتا ہے کہ مُسلمان ہونے کا مدعی بھی ہو اور مُسلمان بھی نہ ہو اور اسکے

ساتھ دوزخ میں چلا جائے۔ قرآن مجید کے اعلان پر غور کریں۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا ربکم واخشوا	اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس دن
یوما لا یجزی والد عن ولدہ ولا	باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دیگا اور
مولود ھو جاز عن والدہ شیئا،	نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کوئی بدلہ دینے
ان وعد اللّٰہ حق فلا تغرنکم	والا ہوگا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے سو
الحیٰوۃ الدنیا ولا یغرنکم باللّٰہِ	تمہیں دُنیا والی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے اور
الغرور۔	دھوکہ دینے والا تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے۔

قادیانیت کو قبول کرنے اور قادیانیت پر جمے رہنے سے اور قادیانیت کی دعوت دینے سے جو کچھ جائیداد (ربوہ کی زمین) اور عورتیں ملنے کے عارضی منافع ہیں ان کو سامنے رکھ کر اپنی آخرت تباہ نہ کریں۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ ایمان والے جنّت میں اور کفر والے دوزخ میں جائیں گے جس میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اور یہ بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ مُسلم اور مومن ہونے میں قرآن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن کی ایک آیت کا انکار کرنا بھی کُفر ہے اور اس کی تحریف بھی کُفر ہے اور اس کی تکذیب بھی کُفر ہے جن لوگوں کی دُنیا ہی قادیانیت ہے۔ جو قصدًا دوزخ میں جانے کا ارادہ کر چکے ہیں ان سے تو ایمان پر واپس آنے کی اُمّید نہیں۔

مرزا طاہر کو ایک جماعت کی امارت ملی ہُوئی ہے بہت بڑا مالدار بنا ہُوا ہے اُس کا ساتھ دینے والے اور اس کے دادا کے دعوائے نبوّت کو پھیلانے والے اپنی دُنیا کی لالچ میں بظاہر ایمان پر واپس آنے والے نہیں ہیں، لیکن جو لوگ اپنی سادگی اور بھولے پن میں اِن کُفر کے داعیوں کی بات مان کر ایمان کھو بیٹھے ہیں اور دوزخ کے مستحق بن چکے ہیں۔ ہمارا ان سے خیر خواہانہ خطاب ہے اور مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ کُفر سے توبہ کریں اور دوزخ سے بچ جائیں۔

جو لوگ قادیانی مبلّغوں کی باتوں میں آکر دھوکہ کھا گئے ہیں اور نبوّت کا جُھوٹا دعوٰی کرنے والے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مان کر قرآن کے اعلان ختم نبوّت کو جھٹلا بیٹھے ہیں اور چودہ سو سال سے جو مسلمانوں کا ختم نبوّت کا عقیدہ تھا اس کے خلاف دوسرا عقیدہ اختیار کر کے کُفر اختیار کر

چکے ہیں ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ واپس ہو کر اسلام قبول کریں اور کفر سے توبہ کریں، اپنی جان کو جو دوزخ میں دھکیل چکے ہیں اس پر اصرار نہ کریں۔

اگر محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کسی درجہ میں بھی تمہارا تعلّق ہوتا تو قرآن مجید کو اور اُس کی تفاسیر کو اور احادیث کی کتابوں کو اور اُن کے شروح کو پڑھتے اور پڑھاتے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے قرآن مجید میں محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اتّباع کا حکم دیا ہے۔ یہ اتّباع آپ کے اقوال و اعمال و تقریرات کو معلوم کیے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا۔ اپنے بچّوں کو اور جوانوں کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اعمال و اقوال کی کہاں تعلیم دیتے ہو۔؟

اصل بات یہ ہے کہ تمہارا اسلام کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے کسی طرح بھی تمہارا اسلام ثابت نہیں ہوتا۔ اسی لیے پاکستان اسمبلی کے تمام ارکان نے (جن میں ہر مسلک کے ممبران تھے) بالاتفاق تمہیں کافر قرار دے دیا۔ جو لوگ قرآن و حدیث کے ماہر ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ تم کافر ہو۔ اور تم کہتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ کیا یہ زبردستی کا دعویٰ تمہیں دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بن جائے گا۔؟

سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث تم لوگ اس لیے نہیں پڑھتے پڑھاتے ہو کہ ان میں جگہ جگہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ مَیں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اگر حدیثیں پڑھو، پڑھاؤ گے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تصدیق کرو گے تو مرزا قادیانی کے دعوائے نبوّت کو جھٹلانا پڑے گا۔ لہٰذا تم لوگوں نے یہ راستہ نکالا ہے کہ آیت قرآنیہ کی تحریف کر دی، احادیث کو پڑھنا چھوڑ دیا، اپنے دل سے پوچھو کہ کیا اس طرح ایمان اور قرآن سے کوئی تعلّق باقی رہ جاتا ہے۔ مرنے کے بعد کیا ہوگا، اس کو خوب غور کر لو۔

اور ہاں ایک بات اور یاد آگئی اور وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوّت سے پہلے جو حضرات صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین گزرے ہیں۔ تمہارے فتوے سے تو وہ بھی مُسلمان نہ ہوئے اس لیے کہ وہ ختم نبوّت کے قائل تھے اور تم سیّدنا محمّد رسول اللہ خاتم الانبیاء صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم پر نبوّت ختم ہونے کے قائل نہیں تمہارا مذہب اور ان حضرات کا مذہب اور بلکہ سچّی بات یہ ہے کہ تمہارے نزدیک سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مُسلمان ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آپ نے لانبی بعدی کا اعلان فرمایا! آپ بھی اس بات کے معتقد تھے کہ مجھ پر نبوّت ختم بلکہ جبرئیل

علیہ السّلام پر بھی حرف آتا ہے وہ سورۂ احزاب کی آیت لے کر کیوں نازل ہُوئے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر بھی اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اسے سیّدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے بعد بھی نبی بھیجنا تھا تو سورۂ احزاب کی آیت کریمہ کیوں نازل فرمائی۔ ارے قادیانیو فکر کرو سوچو دلوں کے اندھے اور آنکھوں کے نابینا نہ بنو فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ

یہ سب باتیں اس بُنیاد پر ہیں کہ قادیانیوں کو مرنے کے بعد زندہ ہونے اور قبر وحشر کے حالات اور دوزخ کے عذاب اور جنّت کی نعمتوں کا کچھ بھی یقین نہیں اور اگر قرآن وحدیث کی بیان فرمودہ ان باتوں کو غلط سمجھتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ دُنیا ہی سب کچھ ہے اور مرزا کے دعوائے نبوّت کی اشاعت کرنا اور اسلام کا دعویٰ کرنا محض دُنیاداری کا ایک ڈھنگ اور ڈھونگ اور اُن کے نزدیک صرف مال اور عورت ہی سب کچھ ہے تو اُن سے خطاب کرنا بے کار ہے اگر اندر سے بہرے ہیں قرآن وحدیث کی تصریحات کو جھوٹا سمجھتے ہیں تو کوئی ہادی انہیں کیا ہدایت دے سکتا ہے۔ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْ بَعْدِ اللّٰہِ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ۔

بقیہ: درس حدیث

اِس وقت تک یہ آیت نہیں اُتری تھی۔

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ بچائے گا تمہیں ان لوگوں سے۔

اب ظاہری اسباب میں یہی تھا کہ آدمی پہرہ دینے والا ہونا چاہیے تو اتنے ہی میں ہتھیار کی آواز محسوس ہُوئی۔ پُوچھا کہ کون ہے تو جواب دیا میں سعد ہوں آپ نے دریافت فرمایا کہ ماجاءبِکَ کیا بات ہے، کیسے آئے۔ کہنے لگے میرے دل میں آیا جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں خوف پیدا ہُوا تو اس لیے میں آیا ہوں فجئت احرسہ میں پہرہ دُوں اب کوئی اطّلاع دینے والا نہیں تھا۔ کچھ بھی نہیں تھا جو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قلب مُبارک میں بات آئی وہی ان کے دل میں آئی تو یہ ایک طرح کی دل کی صفائی اور صدیقیت ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے لیے دُعا فرمائی ثم نام پھر آپ سوگئے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو بلند مقام عطا فرمائے اور آخرت میں اُن کا ساتھ نصیب فرمائے۔

ایک شہید بھائی کا تذکرہ

محمد نواز کشمیری، متعلم جامعہ مدنیہ

جہاد ایک اہم فریضہ ہے جس کے ذریعے سے دین کی حفاظت کی جاتی ہے جہاد اُمّت محمدیہ میں دین کو غالب کرنے کے لیے ریڑھ کی ہڈّی کی حیثیّت رکھتا ہے جہاد وہ اہم فریضہ ہے جس کے لیے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے تمام جانثار صحابہ کرام کو لے کر گئے اور اس فریضے کو زندہ کیا۔

تمام مُسلمانوں کے لیے جہاد میں عزّت کی زندگی اور شہادت کی موت ہے اور شہادت وہ عظیم موت ہے جس کے لیے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی تمنّا کی تھی

جہاد کے فضائل تو بہت زیادہ ہیں، لیکن میں ان چند فضائل کو پیش کرنے کے بعد اپنے اُس شہید بھائی کا تذکرہ کروں گا جس نے غلبۂ اسلام اور طلبِ شہادت کی خاطر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان دے دی۔

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے اس راستے میں نکل کر پرہیز گار متقی اور شہادت کے متلاشی بن جاتے ہیں جس کی مثالیں تو بہت ہیں، لیکن میں اپنے عظیم بھائی کی شہادت کو موضوع بناؤں گا جس نے مقبوضہ کشمیر سے آنے والی ماؤں بہنوں کی آواز پر لبّیک کہا اور شہید ہو گیا۔

بھائی کا تعارف.

میرے بھائی کا نام افضل خان اور والد کا نام محمد اشرف ہے۔ افضل بھائی کی عمر ۳۳ سال تھی۔ وہ ۶ر جنوری ۱۹۶۶ء کو غنی آباد آزاد کشمیر کے ایک پسماندہ علاقے میں پیدا ہُوئے اور ابتدائی تعلیم مقامی سکول سے حاصل کی۔ بعد میں بڑے بھائی کے توسل سے میٹرک کے لیے گورنمنٹ ہائی سکول اُردو بازار لاہور میں داخل ہو گئے اور بی اے سول لائن اسلامیہ کالج سے کیا اور اُس کے بعد ایم اے اسلامیات پنجاب یونیورسٹی سے فسٹ ڈویژن میں کیا۔ وہ انمول ہسپتال میں ۱۹۹۳ء تک ملازمت بھی کرتے

رہے۔

اسی دوران اُنھوں نے عملی طور پر جہاد میں بھی حصّہ لینا شروع کر دیا اور اکثر اوقات اُنھوں نے بھارتی فوج کے ساتھ پنجہ آزمائی میں گزارے اور جب بھی وہاں سے واپس آتے تو ایک لمبی چھٹی لے کر واپس چلے جاتے اور جب آخری مرتبہ آئے تو ملازمت استعفٰی دے کر چلے گئے۔

جب بھی اُن سے کوئی اس بارے میں بات کرتا تو کہا کرتے کہ اب تو میرا یہاں دل ہی نہیں لگتا کیا کروں۔

شہید بھائی ایک سچّے پرہیزگار اور متقی مجاہد تھے اور راتوں کو اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور رو رو کر شہادت کے لیے دُعا کیا کرتے۔

شہید بھائی کو ایک مرتبہ خواب میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت بھی ہُوئی۔ اُن کی ڈائری میں لکھے ہُوئے الفاظ کے مطابق یہی اُن کی زندگی میں سب سے زیادہ خوشی کا موقع تھا یاد رہے کہ شہید بھائی مقبوضہ کشمیر میں جہاد کرنے والی تنظیموں میں سے ایک تنظیم کے کیمپ کمانڈر اور گائیڈ تھے۔

کوٹلی کھوئی رتہ آزاد کشمیر میں ایک کیمپ پیر پنجال رجمنٹ کے نام سے کھول رکھا تھا جہاں سے مجاہدین کو اندر بھیجتے تھے اور خود بھی بارڈر کارروائی کیا کرتے تھے اور اس طرح کی کارروائیوں سے افضل بھائی نے بھارتی فوج کا بہت زیادہ نقصان کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انڈین آرمی نے افضل بھائی کے سَر کی قیمت دس لاکھ روپے مقرّر کر رکھی تھی، لیکن اس کے باوجود گزشتہ آٹھ سال سے اللہ کا یہ نڈر سپاہی جب بھی کارروائی کے لیے جاتا تو بھارتی فوجیوں کو خُون میں تڑپا کر صحیح سلامت واپس لوٹ آتا۔ اس عرصہ میں اُسے کبھی خراش تک نہیں آئی اور اس شعر کا مصداق بنتا رہا۔

جذبہ شوقِ شہادت کا کیجیے اب تو ہم نے بھی ہاتھوں میں سر لے لیا ہے
قتل ہونے سے ڈریں آخر کب تلک قاتلوں کے محلے میں گھر لے لیا ہے

افضل بھائی اپنے ایمان افروز واقعات سُنایا کرتے جن سے ایمان تازہ ہو جاتا ایک کارروائی کا ذکر کرتے ہُوئے فرمایا، ایک دفعہ میں اپنے ساتھیوں کو لے کر کارروائی کے لیے جا رہا تھا۔ خُونی لکیر کو عبور کر کے کافی اندر جا چکا تھا۔ ابھی سفر جاری تھا کہ مَیں نے دیکھا کہ سامنے میٹھے پانی کے ایک چشمہ

پر بھارتی فوج کا ایک کرنل نہار ہا ہے اور اُس کے دوسرے سپاہی گپ شپ میں مصروف ہیں۔ فوراً ہی میں نے اپنے ساتھیوں کو پوزیشن سنبھالنے کے لیے کہا اور خود کرنل کے بالکل سامنے کھڑے ہوکر گرجدار آواز میں کہا کہ تسلیم ہو جاؤ۔ فوراً ہی اُس نے اپنے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھا لیے۔ میں اُس پر گہری نظر رکھے ہُوتے تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں کو اُوپر کرنے کے بعد بہت ہی ہوشیاری سے دوسرے ہاتھ سے گن اُٹھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ جب میں نے اُس کی یہ مکاری دیکھی تو فوراً ہی میں نے اُس پر پُورا برسٹ مارا اور وہ ہا ہا کی آوازوں سے نیچے گر کر ٹھنڈا ہوگیا۔ اب اُس کے سپاہیوں کے ساتھ ہماری دوبدو لڑائی شروع ہُوئی۔ وہ سپاہی زیادہ تر گورکھے تھے۔ یاد رہے کہ ہندوستان کی فوج میں سب سے اعلیٰ مقام اسی فوج کو حاصل ہے۔ ان کے قد چھوٹے ہوتے ہیں اور لڑنے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ میں چونکہ بالکل اُن کے سامنے تھا اس لیے وہ پُورے اطمینان کے ساتھ گولیوں کی زبردست بارش کرتے رہے، لیکن اللہ کی مدد شامل حال رہی اور اُن کی گولیاں بالکل میرے سامنے آکر دائیں بائیں ہو جاتیں۔ کئی گولیاں میرے جسم سے ٹکرا کر نیچے گریں، لیکن مجھے خراش تک نہ آئی اور جب میں اُن پر فائر کرتا تو وہ چھوٹے قد ہونے کی وجہ سے قلابازی کھا جاتے۔ بہت دیر ہوگئی کہ جھڑپ جاری تھی اور ہمارا اسلحہ ختم ہو رہا تھا۔ میری کلاشنکوف کی گولیاں بھی ختم ہوگئی تھیں۔ اَب میں سوچ رہا تھا کہ یہ مجھے ابھی گرفتار کر لیں گے، لیکن فوراً ہی اللہ نے میرے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ ابھی تو میرے پاس گرنیڈ بھی ہیں ایک دم میں نے ایک گرنیڈ فوجیوں کی طرف پھینک دیا اور دوسرا بھی پھینک دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بھارتی فوجیوں کا میرے سامنے ڈھیر لگ گیا۔ اس ساری کارروائی میں ہمارے صرف ایک ساتھی کی ٹانگ زخمی ہُوئی۔ باقی سب ساتھی محفوظ رہے اور انڈین آرمی کے ایک کرنل سمیت ۲۵ آدمی مردار ہُوئے۔

ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہُوئے شہید بھائی نے فرمایا کہ ایک رات ہم کارروائی کے لیے جا رہے تھے اور چاندنی رات تھی۔ اندر جانے کے لیے بھارتی فوجیوں کی پوسٹ کے بالکل قریب سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہاں اللہ کی مدد یہ دیکھی کہ جب ہم بھارتی فوجیوں کی پوسٹ کے بالکل قریب پہنچے تو آسمان پہ ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہُوا اور اُس نے چاند کی روشنی کو چُھپا لیا اور ہم پوسٹ کے بالکل قریب سے گزر گئے۔ بھارتی فوجیوں کو بالکل محسوس بھی نہ ہُوا اور یہی صُورت

حال آخر تک رہی کہ جہاں بھی کوئی خطرہ ہوتا خود بادل کا ٹکڑا چاند کے سامنے آتا اور اندھیرا چھا جاتا اور ہماری مشکل آسان ہوجاتی۔ اسی طرح کے اور بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے واقعات پیش آئے۔

شہید بھائی سے کافی عرصہ سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اِس دفعہ آپ شہادت سے تقریباً ایک ہفتہ قبل گاؤں میں تشریف لے گئے اور سارے گاؤں والوں سے انفرادی طور پر ایک ایک کے گھر جا کر کوتاہیوں کو معاف کروایا اور شہادت کی دُعا کروائی اور والد صاحب سے یہ بھی کہا کہ دیکھو والد صاحب، اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات بیٹے دیے ہیں اگر میں شہید ہوجاؤں تو یہ سمجھنا کہ باقی چھ کی زکوٰۃ نکل گئی۔ ایک ہفتہ گاؤں میں گزارا اور پھر واپسی کا سفر باندھا اور واپس کیمپ میں چلے گئے۔ اور پہلے سے تیار شدہ پروگرام کے تحت اپنے آٹھ مجاہد ساتھیوں کو لے کر ۲۵ اگست کو بارڈر کی طرف سفر شروع کر دیا۔ ۲۵ اگست کو ہی آگے بھی جانا تھا، لیکن بقول اُن کے نائب کمانڈر کے ۲۵ اگست کی رات ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی پروگرام پہلے سے طے تھا، لیکن افضل بھائی کہنے لگے کہ آج کی رات یہاں ہی پاکستانی پوسٹ پر آرام کرنا ہے۔ کیونکہ آج آگے جانے کو دل نہیں مان رہا ہے اس لیے سارے ساتھی آرام کرتے رہے اور اگلا دن بھی اسی طرح گزر گیا۔ اگلے دن رات کو سفر شروع ہوا۔ ایک بڑے برگیڈ کو نشانہ بنانا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور کچھ اور ہی تھا۔ سارے ساتھی بڑی خوشی خوشی محوِ سفر تھے اور کافی اندر جا چکے تھے۔ اچانک بھارتی فوج کی ایک گشتی پارٹی سامنے آ گئی، مگر اُنھوں نے جلد ہی خود راستہ چھوڑ دیا اور لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ تھوڑا آگے چلنے کے بعد پھر سامنے سے سگریٹ کی بُو آنی شروع ہوگئی۔ جب غور سے دیکھا تو راستہ میں بیٹھے ہوئے ۲۵ بھارتی فوجیوں کی ایک ٹولی سگریٹ نوشی کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھی۔ کمانڈر کے حکم سے فوراً ہی راستہ تبدیل کر لیا گیا اُن کو پتہ ہی نہ چلا اور دوسرے راستہ پر چل دیے۔

اب تقریباً بارڈر سے آٹھ کلومیٹر اندر جا چکے تھے۔ تھوڑا آگے چل کر پہاڑی کی دوسری جانب ایک اور بھارتی فوج کی ٹولی نظر آئی جو باتوں میں مصروف تھی۔ فوراً ہی افضل بھائی نے سارے ساتھیوں کو جمع کر کے پہاڑی کے اُوپر چڑھنے کا حکم دیا اُوپر جا کر ساتھیوں کے گروپ

ترتیب دیے اور خود دو ساتھیوں کو لے کر انڈین آرمی کے ساتھ مقابلہ شروع کیا اور پہلے ہی حملہ میں سامنے بیٹھے ہوئے ۲۵ بھارتی فوجی جنہیں اپنی گنوں کو ہاتھ لگانے کی نوبت بھی نہ آئی سب کے سب وہاں ہی ڈھیر ہوگئے۔ تقریباً رات کے سوا گیارہ اور ساڑھے گیارہ کا وقت تھا ادھر اللہ کے دین کے سپاہی اور ہندوؤں کی بزدل فوج کے درمیان گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا۔ اور تکبیر کے نعروں کے ساتھ کلاشنکوف کے برسٹ بھارتی فوجیوں کا استقبال کر رہے تھے اسی دوران پہاڑیوں کی چوٹیوں پر قائم بھارتی فوجیوں کی پوسٹوں سے زبردست فائرنگ شروع ہوگئی۔ افضل بھائی نے نعرۂ تکبیر کے ساتھ پورا برسٹ بھارتی فوجیوں کو مارا اور خود نیچے بیٹھتے گئے اور پھر لیٹ گئے۔ نائب کمانڈر نے جب یہ صورت حال دیکھی تو فوراً وہ بھی نیچے لیٹ گیا اور کمانڈر صاحب کو آوازیں دینے لگا۔ کمانڈر صاحب کی طرف سے جواب نہ ملنے پر نائب ساتھی گھبرایا اور فوراً ہی افضل بھائی کے پاس گیا اور دیکھا کہ عالمِ اسلام کا عظیم جرنیل حوروں کے جھرمٹ میں پہنچ چکا تھا۔ نائب ساتھی نے فوراً ہی باقی ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور بھارتی فوج کے گھیرے سے نکال کر واپس لے آیا۔ اس سارے قافلے میں کل آٹھ ساتھی تھے جن میں سے چار یمن کے عربی باشندے تھے اور دو ساتھی سرحد کے تھے ایک سندھ کا رہنے والا تھا۔ اور ایک افضل بھائی تھے جو کہ کمانڈر اور گائیڈ کے فرائض انجام دے رہے تھے اور اس سارے معرکے میں ۲۵ بھارتی فوجی مردار ہوئے اور دو مجاہد شہید ہوئے۔ ایک افضل بھائی اور دوسرا یمن کا عربی ساتھی جو صبح ساڑھے چار بجے تک بھارتی فوج کے ساتھ پنجہ آزمائی کرتا رہا اور بعد میں وہ بھی شہید ہوگیا۔ اور دونوں شہید اس شعر کے مصداق بن گئے۔

مقتل کی طرف اب جاتے ہیں ہم اے موت تیرے لب چوم کے ہم
لے جامِ شہادت پیتے ہیں۔ ساقی کی ادا پر جھوم کے ہم
ہم شمعِ یقیں کے پروانے شعلوں سے محبت کرتے ہیں
اے زیست ہماری راہ سے ہٹ ہم موت کی عزت کرتے ہیں
رہے گا کوئی تو تیغ ستم کے یادگاروں میں
میری لاش کے ٹکڑے دفن کرنا سوگواروں میں

افضل بھائی کی شہادت کی خبر پورے آزاد کشمیر میں تیزی سے پھیل گئی۔ دُور دراز علاقوں سے مجاہدین اور عوام النّاس گھر پہنچنا شروع ہوگئے۔ والد صاحب کا حوصلہ باوجود بُوڑھے ہونے کے قابلِ رشک تھا۔ سارے گاؤں میں ایک عجیب سی کیفیّت طاری تھی۔ ہر ایک یہی کہہ رہا تھا کہ کل ہی تو یہاں سے گئے ہیں۔ شہادت کی خوشی اپنی جگہ لیکن ہر آنکھ آنسو بہا رہی تھی۔ دوسرے دن میں بھی وہاں پہنچ گیا اور مَیں نے وہاں ہر چیز کو اُداس پایا۔ جب افضل بھائی کا وہ ساتھی۔ صبح اُن کے بالکل قریب ہی میں لڑائی لڑ رہا تھا۔ وہ بھی گاؤں پہنچ گیا۔ لوگوں کی کافی تعداد جمع ہوچکی تھی اور ہر کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ اس کی باتوں کو سُنا جائے۔ ساتھی نے آنکھوں دیکھا حال بیان کرنا شروع کیا۔ لوگ اُس کی باتوں پہ کان لگائے ہوئے تھے۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ کی نصرت یہ دیکھنے میں آئی کہ آسمان بالکل صاف تھا کہیں بھی بادل نظر نہیں آرہے تھے۔ جب ساتھی نے بیان کرنا شروع کیا تو اُسی مجلس کے اُوپر ہلکی ہلکی بارش کے سفید قطرے گرتے رہے اور یہ کیفیّت صرف اُسی مجلس کے اُوپر تھی۔ میرے اُوپر جب قطرے گرے اور مَیں نے نظر آسمان کی طرف اُٹھائی تو آسمان بالکل صاف تھا۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہوگئی۔ مَیں بھائی افضل صاحب کی ایمان کی کیفیّت کو بیان نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایک سچّا اور نڈر کما نڈر بنایا تھا جو شہادت کی آرزو لے کر مقبوضہ کشمیر کی دھرتی میں سوگیا اور ہمیشہ کے لیے کامیاب ہوگیا۔ شہید بھائی نے ایک بچّی جس کی عمر دو سال اور ایک بچّہ جس کی عمر پانچ ماہ ہے۔ سوگوار چھوڑے۔ شہید کی والدہ پہلے ہی انتقال کرچکی ہیں۔ شہید کے چھ بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ شہید بھائی کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ (آمین) آخر میں مَیں رسالہ انوارِ مدینہ کے تمام منتظمین کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں اور خصوصًا مولانا محمود میاں صاحب کا کہ اُنھوں نے میرے جذبات کی قدر دانی کرتے ہوئے مضمون لکھنے کا مشورہ دیا۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسالہ انوارِ مدینہ کو ترقی عطا فرمائے اور تمام مسلمانوں کو اس کارِ خیر میں حصّہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(مضامین علمیہ)

بہائی جماعت

کی خدمت میں چند گزارشات

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدُ الواحِد زید مجدہم
مُدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

ہمارے محترم مولانا میاں عبد الرحمٰن صاحب نے بہائی مذہب سے متعلق دو تین رسائل دیے اور بتکرار مطالبہ کیا کہ میں اس بارے میں کچھ لکھوں۔ ان رسائل میں ایک "بشارات ظہور" کے نام سے ہے جس کے مصنف آفاق صابری صاحب ہیں۔ اس رسالہ کے بارے میں خود اس کے ناشر کا کہنا ہے کہ محترم پروفیسر صابر آفاقی نے امر بہائی کے مطالعہ و تحقیق کے دوران حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ الاعظم کے ظہور مُبارک سے متعلق آسمانی صحائف۔ بھگوت گیتا، عہدنامہ عتیق، صحائف زرتشت، تری پٹاکا، عہدنامہ جدید اور قرآن حکیم سے بشارات پر مشتمل مسودہ محفل مقدس ملی کے حضور بغرض تصویب . . . پیش کیا تھا"۔

دیگر صحائف سے متعلق تو ہم بحث نہیں کرتے، البتہ صابر آفاقی صاحب نے قرآن پاک کی جن آیات کو بہائی جماعت کے بانی کے بارے میں بشارات قرار دیا ہے ان پہ توجہ کرنیکی ضرورت ہے۔ لیکن پہلے صابر آفاقی صاحب کی ہی تحریر میں بہائی مذہب کے چند عقائد معلوم کرلیجیے۔ صابر آفاقی صاحب لکھتے ہیں۔

۱۔ آج تک دُنیا میں کوئی صحیفہ آسمانی اور کوئی شریعت خداوندی آخری نہیں ہُوئی ہر شریعت واُمّت کی ایک میعاد ہوتی ہے جس کے اندر وہ ارتقاء کے مراحل طے کرتی ہُوئی نئے مظہرِ ظہور کے ذریعے نئی راہوں پر گامزن ہوتی ہے۔ (ص: ۶۷ بشارات ظہور)

۲۔ "جب نیا پیغمبر قیامت کا اعلان کرے گا اور شریعت محمدی کا دَور ختم ہوجائے گا تو لوگ حیران ہوکر ایک دوسرے سے پُوچھتے پھریں گے کہ کیا ہماری شریعت صرف دس صدیوں کے لیے ہی بھیجی گئی تھی؟" ص ۱۷

۳۔ قرآن حکیم نے تمام اُمّتوں کی بشمول مسلمان اجل مقرر فرما دی ہے جس سے وہ ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتیں"

"جب کسی اُمّت کی اجل آجاتی ہے تو نئی کتاب شریعت خُدا کی طرف سے نازل ہو جاتی ہے۔ اجل واقع ہونے پر اللہ تعالیٰ رسول بھیجتا ہے۔ اجل کے وقوع اور پھر رسول کی بعثت میں کوئی استثناء نہیں ہے۔ یہ قانون قدرت ہے اور سب اگلی پچھلی اُمّتوں کے لیے یکساں ہے" ص۲

۴۔ " یہ وہ دن ہو گا جب ہم تمام لوگوں کو اُن کے ایک عظیم پیغمبر و امام کے ذریعے دعوت حق دیں گے" ص۶۸

ان اقتباسات کا حاصل یہ ہے کہ شریعت محمدی کا دَور صرف ایک ہزار سال کے لیے تھا جو ــــ ختم ہو چکا اور بہاء اللہ کی شکل میں نئے عالمی پیغمبر کا ظہور ہُوا اور بہاء اللہ ہی وہ موعود قرآن ہیں جنھوں نے ظہور فرما کر تمام اقوامِ عالم اور قبائل جہان کو ایک کلمہ توحید پر جمع کر دیا ہے اور اب سارے مذاہب عالمگیر امر بہائی میں متّحد ہو رہے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ جہاں تک اہلِ اسلام کا تعلق ہے۔ وہ بہائیوں کے ان دعوؤں کو باطل سمجھتے ہیں وہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو عالمی پیغمبر اور تاریخ انسانیت کا آخری صاحب شریعت رسول مانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی لائی ہُوئی شریعت اس عالم کی انتہا تک کے لیے ہے اور اس کے بعد کوئی اور شریعت نہیں ہے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد جو کوئی دعوائے نبوّت کرے وہ جھوٹا ہے۔ ان باتوں پر پُوری اُمّت کا اتّفاق رہا ہے اور قرآن پاک سے بھی اُمّت محمدیہ یہی سمجھتی رہی ہے۔

صابر آفاقی صاحب لکھتے ہیں کہ "یہ صحیفے حقیقتاً کلام خدا اور غیر محرف ہیں۔ (ص۵) اور چونکہ قرآن پاک بھی ان میں شامل ہے۔ اس لیے صابر آفاقی صاحب کے نزدیک وہ بھی غیر محرف ہے۔ پھر ایک آیت سے استدلال کرتے ہوئے آفاقی صاحب لکھتے ہیں کہ" اس آیت مبارکہ کی رو سے تدبیر و تدوین امر اسلام کا عرصہ ۲۶۰ سال ہے اور پھر اضمحلال کی مدّت ہے جو ہزار سال ہے یہ مل کر ۱۲۶۰ سال ہوئے"

(ص۶۷ بشارات ظہور)

آفاقی صاحب کے اس اعتراف سے کہ قرآن پاک غیر محرف ہے اور دین اسلام کی تدوین ۲۶۰ھ

تک ہوگئی تھی جس پر پھر اہلِ اسلام مزید ایک ہزار سال تک جیسے بھی تھا قائم رہے یہ بات واضح ہوئی کہ قرآن پاک کی آیات کے وہ معانی اور تفسیر جس پر پوری اُمّت کا اتّفاق بلکہ شروع سے آخر تک اس پر جزم اور جماؤ تھا وہ برحق تھی اور ۱۲۶۰ھ کے بعد اگر کوئی آکر قرآن پاک کی آیات کا ان سے مختلف مطلب بتائے تو وہ دُرست نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ بات محال اور ناقابلِ تسلیم ہے کہ ایک مُدّت تک ایک معنی صحیح ہو پھر اس مُدّت کے بعد وہ معنی غلط ہوجائے اور اس سے متضاد معنی دُرست ہوجائے۔

اب ہم ۱۲۶۰ھ سے قبل کے مُسلمانوں کے نقطہ نظر سے قرآن پاک سے حضرت محمّد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے آخری صاحب شریعت نبی و رسول ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔

پہلی دلیل

ولکن رسول الله وخاتم النّبیین لیکن (محمّد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم) اللّٰہ کے رسول اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں۔ امر اسلام کی جو تدوین ۱۲۶۰ھ تک ہوئی تو اس میں کُتبِ احادیث کی تدوین کو سب سے بڑی اہمیّت حاصل ہے اور احادیث میں تو خود قرآن کے مطابق قرآن کا وہ بیان ہے اور وضاحت و تفصیل ہے جو رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے اپنے فرائض منصبی کے تحت بیان کی۔ قرآن پاک میں ہے لِتُبَیِّنَ للناس ما نزل الیھم تاکہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں اور مطلب صاف طور پر بیان کر دیں جو لوگوں کی طرف نازل کیا گیا اور جس کے مطالب و مقاصد کو جاننا لوگوں کے ایمان و عمل سے تعلّق رکھتا ہے اور یہ بیان بھی درحقیقت من جانب اللّٰہ ہے۔ ثم ان علینا بیانہ (پھر قرآن کا بیان بھی ہمارے ذمّہ ہے) جو رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی زبانی اُمّت کو ملا۔

اس آیت کے مطلب کو جاننا اُمّت کے ایمان و عمل سے تعلّق رکھتا ہے کہ کیا حضرت محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم آخری رسول ہیں اور آپ کی شریعت آخری شریعت ہے یا آپ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی اور رسول آئیں گے۔ لہٰذا اس کی جو وضاحت حضرت محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے کی وہ یہ ہے

ھ خود صابر آفاقی صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی احادیث ائمہ اطہار کے ارشادات علماء کرام کے اقوال سبھی حضرت بہاء اللّٰہ کے ظہور مُبارک پر منطبق ہوتے چلے گئے۔ ص۱۱ اس لیے ہم بھی حضرت محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی احادیث اور عُلماء کرام کے اقوال پیش کرنے میں حق بجانب ہیں۔

کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی آخری رسول ہیں اور آپ کے بعد کوئی اور نبی یا رسول شریعت لے کر نہیں آئے گا۔ارشاد ہے۔

لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی۔

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بہت سے دجال اور جھوٹے نہ اُٹھائے جائیں جن میں سے ہر ایک یہ کہتا ہو کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں تو خاتم النّبیین ہوں یعنی میرے بعد کسی قسم کا کوئی (نیا) نبی نہیں ہے۔(ترمذی)

نیز ارشاد ہے

انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم

مَیں سب انبیاء میں سے آخری نبی ہوں اور تم سب اُمّتوں میں سے آخری اُمّت ہو۔(ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال)

مذکورہ بالا آیت قرآنی اور اس کے بیانِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پُوری کی پُوری اُمّت یہی عقیدہ رکھے ہوئے تھی کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم آخری نبی و رسول ہیں۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو ۱۲۶۰ھ سے صدیوں پہلے کی شخصیت ہیں لکھتے ہیں۔

ان الامۃ قد فھمت من ھذا اللفظ انہ افھم عدم نبی بعدہ ابدا و عدم رسول بعدہ ابدا و انہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص فکلامہ من انواع الھذیان لا یمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لھذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول ولا مخصوص۔

خُوب سمجھ لو کہ تمام اُمّت نے خاتم النّبیین کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت یہ بتا رہی ہے کہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ رسول اور اس پر بھی اجماع واتفاق ہے کہ نہ اس آیت میں کوئی تاویل ہے اور نہ تخصیص اور جس شخص نے اس آیت میں کسی قسم کی تخصیص کے ساتھ کوئی تاویل کی اس کا کلام ایک بکواس اور ہذیان ہے اور یہ تاویل اس کے اُوپر کُفر کا حکم کرنے سے روک نہیں سکتی۔کیونکہ وہ اس نص صریح کی تکذیب کرتا ہے جس کے متعلّق اُمّت

محمّدیہ کا اتّفاق ہے کہ اس میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں ہے۔ (کتاب الاقتصاد)

دوسری دلیل

قل یا ایھا النّاس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔

اے محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آپ کہہ دیجیے کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

اس آیت سے بھی پوری اُمت یہی سمجھتی رہی ہے کہ حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم انتہائے عالم تک آنے والوں کے لیے رسول ہیں اور آپ کی رسالت کے ہوتے ہوئے کسی اور رسالت اور شریعت کی ضرورت نہیں۔

غرض صرف ان دو دلیلوں اور ان کے بارے میں مذکور کلام کو دیکھنے سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اُمّت محمّدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام میں قرآن اور حدیث اور اجماع اُمّت کی رو سے یہ ایک مسلّم ضابطہ تھا اور ہے کہ حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی آخری نبی و رسول ہیں اور آپ کے بعد جو کوئی نیا آدمی نبوّت و رسالت کا دعوٰی کرے وہ جھوٹا اور کذّاب ہے اور پکّا کافر ہے۔

پھر اگر ۱۲۶۰ھ کے بعد کوئی شخص اُٹھے اور یہ کہے کہ پوری اُمّت نے جس کو خدا و رسول کا سمجھایا ہُوا ضابطہ سمجھا ہے وہ غلط ہے اور اس کے برخلاف قرآن ہی کی پیش گوئی کے مطابق اب ایک نیا رسول آنا ہے اور ایک نئی شریعت آئی ہے تو یا تو یہ شخص جھوٹا ہے یا پوری اُمّت کا عقیدہ اور رسول کی حدیثیں غلط ہوں۔ اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ابتدا سے ۱۲۶۰ سال تک پوری کی پوری اُمّت ایک غلط عقیدے اور گمراہی میں مُبتلا رہی لہٰذا قرآن کے ضابطے کہ

ومن یشاقق الرسول من بعد تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی ونصلہ جھنم (سورہ نساء)

جو کوئی برخلاف کرے رسول کے ساتھ اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت ظاہر ہوئی اور پیروی کرے مُسلمانوں کی راہ کے علاوہ کی تو پھیریں گے ہم اسکو جس طرف وہ پھرا اور داخل کریں گے ہم اس کو جہنّم میں۔

کے تحت وہی شخص جہنّم کے رستے کو اختیار کیے ہوئے ہے۔

اب تک ہم نے جو اُصولی کلام کیا ہے اس کے بعد کسی کے دعوائے نبوّت کی طرف توجہ کرنا بھی

درحقیقت بے اُصولی ہے، لیکن چونکہ صابر آفاقی صاحب نے پیش گوئی سے متعلق جو باتیں کہی ہیں وہ بھی اُصولی طور پر غلط ہیں اس لیے ہم ان کا بھی کچھ تذکرہ کیے دیتے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کو کسی کے لیے فائدہ مند اور ہدایت کا ذریعہ بنا دیں۔

صابر آفاقی صاحب لکھتے ہیں۔

"مطالعہ کے دوران ان پیش گوئیوں کے سلسلے میں دو اُلجھنیں میرے ذہن میں پیدا ہوئیں۔ اوّلاً یہ کہ حضرت بہاء اللہ کے ظہور سے قبل علمائے ادیان ان کا صحیح صحیح مطلب سمجھنے میں کامیاب کیوں نہ ہوئے

پھر خود ہی جواب دیتے ہیں۔

"خُدا کا شُکر ہے کہ ان اُلجھنوں کا جواب بھی مجھے اسی کلام الٰہی میں مل گیا اور اس طرح خاکسار کو شرح صدر سے نوازا گیا۔

اُصولاً یُوں سمجھنا چاہیے کہ کوئی پیش گوئی تب تک سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی جب تک کہ اس کا ظہور اور وقوع نہ ہو جائے۔ حضرت بہاء اللہ کے ظہور مُبارک سے متعلق تمام ادیانِ عالم کی پیش گوئیاں بھی اس وقت تک لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئیں جب تک آپ نے ظہور فرما کر خود اُن کی تفسیر و تصریح نہیں فرمادی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پیش گوئیوں کا مطلب اپنے فرستادوں سے بھی پوشیدہ رکھا تھا جو خُدا کے سمجھانے کے بغیر از خود اُن کا مفہوم نہ سمجھ سکتے تھے۔" ص۵

"مطلب یہ ہے کہ کلام خدا کی سچی اور صحیح تاویل اور تفصیل و تصریح فرستادۂ خدا ہی کر سکتا ہے کیونکہ اسی کا علم کامل اور محیط ہے اور اسی کا بیان نسیان وخطا سے منزہ و معصوم ہے، چنانچہ حضرت باب نے اور آپ کے انیس سال بعد حضرت بہاء اللہ نے خدا کی طرف سے مامور و مختار بن کر آسمانی کتابوں کی جو تفسیر و تاویل بیان فرمائی وہی سچّی اور من جانب اللہ ہے۔" ص۷

ہم کہتے ہیں کہ کوئی بات متشابہات میں سے ہو جس کی حقیقت کو جاننا اُمّت کے لیے ضروری نہ ہو اور اس کی حقیقت کے علم سے اُمّت کے عقیدے اور عمل کو کچھ تعلق نہ ہو وہاں تو یہ ہو سکتا ہے کہ اُمّت کو وہ حقیقت نہ بتائی جائے، لیکن جس بات کا تعلق اُمّت کے عقیدے اور عمل سے ہو اس کے مطلب کو اُمّت پر نہ کھولنا نہ عقل کے مطابق ہے نہ دین کے کیونکہ اُمّت کو اسکے بارے میں کوئی مخصوص عقیدہ یا عمل اختیار کرنے کا مکلف بھی بنایا گیا ہو، لیکن پھر نہ تو خُدا نے نہ اُس کے رسول نے صحیح مطلب کی نشاندہی کی ہو تو یہ تکلیف مالایطاق ہوگی اور یہ بات تو اُس وقت ہے جب اس کا مطلب تعیین کے ساتھ نہ بتایا گیا ہو اگر اس کے بجائے اُمّت کو ایسا مطلب بتایا گیا ہو جس کو پھر ہزار سال بعد نئے آنے والے نے غلط قرار دیا ہو تو ایک رسول دوسرے رسول کو جھٹلا رہا ہے۔ حالانکہ یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ دو رسول ہوں اور اُن میں سے ایک دوسرے کی تکذیب یا تغلیط کرے۔

اب ایک احتمال رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ جن آیات قرآنیہ کو بہاء اللہ کی رسالت کے لیے پیش گوئی بنایا گیا ہے اُن کا مطلب حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نہ بتایا گیا ہو اور بارہ صدیوں کے بعد بہاء اللہ کو من جانب اللہ سچی تاویل و تفسیر بتائی گئی ہو۔ یہ بات بھی بدیہی طور پر غلط ہے کیونکہ اوّل تو خود صابر آفاقی صاحب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بھی نزولِ قرآن کے وقت یہ عہد لیا تھا کہ بعد میں آنے والے مظہر ظہور پر مسلمان اُمّت ایمان لائے اور اُس کی نُصرت و معاونت کرے۔

اس صُورت میں حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر لازم تھا کہ وہ اُمّت کو بتاتے کہ اس کی صحیح تفسیر بارہ سو سال بعد آنے والا رسول بتائے گا تاکہ اُمّت کتاب الٰہی کی آیات کا کہیں غلط مطلب نہ اختیار کرلے، لیکن چونکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُمّت کو اُن کی دینی ضرورت کی سب باتیں بتائی ہیں اور ضرورت کی کوئی بات چھپائی نہیں، لہٰذا یہ احتمال بھی باطل ہے۔

علاوہ ازیں خود قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ خاص طور سے کسی رسول کے بارے میں پیش گوئیوں کو خُوب کھول کر بتانا اُمّت کی ضرورت ہے تاکہ اُن کو کوئی اشتباہ نہ رہے اور وہ خدا کے دربار میں حقیقت و مجاز کے درمیان متردد ہونے کا عذر نہ پیش کرسکیں۔ اسی لیے خود قرآن کا کہنا ہے کہ جب

حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے حضرت محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آمد کی پیش گوئی فرمائی تو یہ کہا۔

مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

میرے بعد وہ رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔

اسی طرح سابقہ آسمانی صحائف اور رسولوں کی تعلیمات میں حضرت محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں اتنی کھلی پیش گوئیاں اور نشانیاں تھیں کہ ان اُمّتوں کے لوگ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آمد کو قریب سمجھ رہے تھے اور آپ کو دیکھ کر انھوں نے فوراً پہچان لیا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی وہ رسول ہیں جن کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

یعرفونہ کمایعرفون ابناءھم

اہلِ کتاب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

اس کے برعکس بہائیوں کا اور آفاق صابری صاحب کا دعوٰی ہے کہ قرآن پاک میں بہ کے بارے میں پیش گوئیاں ہیں، لیکن ان پیش گوئیوں کا صحیح مطلب اور پیش گوئی ہونا بارہ سو سال کے بعد بہاء اللہ نے آکر بتایا اور اُمّت کو شش و پنج میں مُبتلا کرنے کی کوشش کی کہ اُمّت کے بارہ سو سال کے علم کو یکسر غلط قرار دیا۔ اُمّت محمّدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسّلام اگر بہاء اللہ اور بہائی مذہب ہی کو غلط قرار دے تو وہ یقیناً اس میں حق بجانب ہیں

اب ہم آفاق صابری صاحب کی ذکر کردہ ایک پیش گوئی کا جواب دیتے ہیں۔ ورنہ تو جو ضابطہ ہم اُوپر ذکر کر چکے ہیں وہ اُن کی ذکر کردہ ہر پیش گوئی کا کافی و شافی جواب ہے۔

صابر آفاقی صاحب لکھتے ہیں۔

دیگر پیغمبرانِ حق کی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بھی نزول قرآن کے وقت یہ عہد لیا تھا کہ بعد میں آنے والے مظہر ظہور پر مسلمان اُمّت ایمان لائے اور اُس کی نصرت و معاونت کرے، فرمایا۔

"جب خُدا نے نبیوں سے عہد لیا کہ مَیں نے تم کو کتاب و حکمت دی اس کے بعد جب تمہارے پاس رسول آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرنے والا ہو تو اس پہ

ضرور ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا اور خدا نے پھر پوچھا کہ کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور اس بوجھ کا اُٹھانا اپنے ذمّے لیتے ہو۔ اُنھوں نے جواب میں کہا ہاں! ہم اقرار کرتے ہیں۔ خدا نے کہا کہ اب تم اس کے گواہ رہنا اور میں بھی گواہ ہوں۔ اس کے بعد جو مُنہ پھیرے گا۔ وہ عہد شکن ہوگا۔" (ص: ۶۶ بشارات ظہور)

ہم کہتے ہیں کہ اوّل تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں رسول سے مُراد حضرت محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں اور رسول پر تنوین تعظیم کے لیے ہے اور نبیین سے مُراد آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علاوہ دیگر انبیاء ہیں۔ اور اُوپر ہم بتا چکے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کسی بھی فرمان میں اور دین اسلام کے مدون شُدہ لٹریچر میں بارہ سو سال بعد کسی نبی و رسول ہونے کا ذکر نہیں ملتا بلکہ پُوری اُمّت ایسا دعوٰی کرنے والے کو جُھوٹا اور دجّال سمجھتی ہے، لیکن اس کے باوجود صابر آفاقی صاحب کہتے ہیں کہ

"ان دونوں (یعنی آل عمران اور احزاب کی) سورتوں کی رو سے مُسلمان اُمّت سے یہ عہد لیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد جب مظہر اعلان ماموریت کرے تو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنا ہوگی۔" (ص ۶۶ بشارات ظہور)

صابر آفاقی صاحب ذرا غور تو فرمائیں، مُسلمان اُمّت سے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سمیت تمام انبیاء سے عہد لیا گیا، لیکن وہ کیسا عہد تھا جس کی اُمّت کو کچھ بھی سُن گُن نہ تھی اور بارہ سو سال کے تہ بہ تہ پردوں میں چُھپے ہُوئے اس عہد کو کمون سے بروز میں لانے کے لیے مظہر ماموُر کو ظہور کرنا پڑا اور اُمّت کو پھر بھی خود دیا ہُوا عہد یاد نہ آیا اور وہ حیران ہو کر طبقہ بہا ئیہ سے پُوچھتی ہے کہ قرآن و حدیث کی تصریحات کے بالکل خلاف دس صدیوں بعد وہ کون سے حتمی دلائل تمہارے ہاتھ آگئے ہیں کہ تم نے دینِ حق کو ترک کر کے ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یقیناً نہیں تو کیا تمہارے سمجھنے کا وقت ابھی تک نہیں آیا و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

مُسلمانوں کے زوال کا ایک سبب

علّامہ سیّد رشید رضا مصری (م :　　　　) سے اُن کے شاگرد جاوا کے شیخ الاسلام محمد بسیونی عمران نے پُوچھا تھا کہ مُسلمانوں کے دینی اور دنیاوی زوال کے اسباب کیا ہیں ؟ اس صدی میں دُنیا بھر کے مُسلمان کیوں ہر جگہ ذلیل و خوار نظر آتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کا مسلمانوں سے یہ صاف وعدہ تھا کہ "وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ" (عزّت اور سربلندی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اس کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے لیے ہے اور مُسلمانوں کے لیے ہے۔)

سوال یہ ہے کہ مُسلمانوں کی موجودہ ذلیل و زبوں حالت کو دیکھتے ہُوئے یہ آیت کیوں کر صحیح کہی جاسکتی ہے ؟

علّامہ رشید رضا نے یہ مکتوب علّامہ شکیب ارسلان کی خدمت میں دیا اور انھیں مجبور کیا کہ وہ "المنار" کے کالموں میں مذکورہ سوال کا جواب دیں۔ علّامہ شکیب ارسلان اِن دنوں جلاوطن تھے اور رُوس، جرمنی، اسپین اور مراکش کی سیاحت کے بعد جنیوا (اٹلی) میں واپس تشریف لائے، جونہی علّامہ رشید رضا کا مکتوب آپ کو ملا دِل کا درد بے اختیار قلم کی راہ بہہ گیا۔

علّامہ ارسلان نے مکتوب کے جواب میں مُسلمانوں کے زوال کے مختلف اسباب بیان فرمائے ہیں۔ سچّی بات یہ ہے کہ آپ کے بیان کردہ تمام اسباب سو فیصد دُرست ہیں اور مُسلمانوں

کے لیے عبرت کا سامان ہیں ہر مُسلمان کو ان اسباب کا بنظرِ غائر مطالعہ کر کے اپنی حالت کو دُرست کرنا چاہیے۔

علّامہ شکیب ارسلان نے مُسلمانوں کے زوال کا پہلا سبب "جانی و مالی جہاد سے پہلوتہی" کو قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں آپ نے مُسلمانوں کی حالت کے دردناک پہلوؤں کو ذکر کرتے ہوئے انگریزوں کی حالت کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

"لوگ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے دُنیا پر کیوں قبضہ کر لیا؟ میں کہتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاقِ فاضلہ اور کوشش و اتّفاق کی بدولت کامیاب ہوئے ہیں۔ میرے ایک دوست نے مجھے ایک قصّہ سُنایا تھا۔ ایک انگریز کسی مشرقی ملک میں بہت بڑا عہدے دار تھا۔ اُس نے اپنے نوکر کو حکم دے رکھا تھا کہ گھر کا تمام سودا ہمیشہ انگریزی دکان سے لیا کرے۔ ایک دفعہ نوکر نے ایک ہی مہینہ کے اخراجات میں بیس[20] پونڈ کی بچت نکال دی۔ صاحب نے سبب پُوچھا تو نوکر نے جواب دیا کہ مَیں نے اس دفعہ انگریزی دُکان کو چھوڑ کر ایک دیسی بنئے سے سَودا خریدا ہے۔ یہ سُن کر صاحب نے حکم دیا کہ اَب پھر انگریزی دُکان سے سودا لینا شروع کر دو نوکر نے کہا اگر اس سے سَودا لیا جائے گا تو اخراجات میں بیس[20] پونڈ ماہوار کا اضافہ ہو جائے گا۔ صاحب نے کہا کچھ حرج نہیں ہے، تمہیں انگریزی دُکان سے سودا خریدنا چاہیے۔"

مَیں نے یہ بھی سُنا ہے کہ مشرقی ملکوں کے انگریز عہدیدار ہمیشہ اپنی قیمتی چیزیں ولایت سے منگواتے ہیں تاکہ اُن کا روپیہ باہر نہ جا سکے۔

کیا ہم ان مثالوں کے بعد مُسلمانوں کی حالت کو کسی شمار میں

لاسکتے ہیں ؟ اگر ہم مسلمانوں کو رات اور دن بھی یہ نصیحت کرتے رہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے سِوا کسی اور سے سودا نہ لیں پھر بھی وہ اِن تمام نصیحتوں کو بھول جاتے ہیں اگر کسی اجنبی سے سودا لینے میں انھیں ایک ہی آنے کا فائدہ نظر آتے۔

یہود کے بائیکاٹ میں عربوں کی ناکامی کی بڑی وجہ یہی تھی کہ مسلمانوں نے نرخ اشیاء کے معمولی فائدہ کو ہاتھ سے دینا گوارا نہ کیا اور وہ اپنے معمولی فائدہ کی خاطر اپنے تیز تر ہتھیار (یہودیوں کا بائیکاٹ) کو ضائع کر کے بیٹھ گئے۔ انھوں نے اس معمولی نفع کا تو خیال کرلیا مگر نقصان عظیم جو یہودیوں سے انھیں پہنچ رہا ہے اس کا خیال تک نہ کیا۔" [1]

زکوٰۃ کی برکات

حدیث شریف کی کتاب "سُنَنِ ابی داؤد" کے مصنّف امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث رحمہ اللہ (م : ۲۷۵ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"شَبَّرْتُ قِثَّاءَ ةً بِمِصْرَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ شِبْرًا وَرَأَيْتُ أُتْرُجَّةً عَلٰى بَعِيْرٍ بِقِطْعَتَيْنِ قُطِعَتْ وَ صُيِّرَتْ عَلٰى مِثْلِ عِدْلَيْنِ۔" [2]

میں نے ایک مرتبہ مصر میں ایک ککڑی کو اپنی بالشت سے ماپا تو وہ تیرہ بالشت کی تھی۔ اسی طرح میں نے ایک نارنگی دیکھی جس کے دو ٹکڑے کر کے اس کو ایک اونٹ کے اوپر لادا گیا تھا ایک قطعہ اُس کا اُس کی کمر کے ایک طرف تھا اور دوسرا قطعہ دوسری طرف۔

---

[1] اسبابِ زوالِ اُمّت ص : ۳۴-۳۵ ۔ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[2] سنن ابی داؤد ج : ۱ ص : ۲۲۶ ۔ طبع ایچ ایم سعید۔ کراچی

"الانوار الساطعہ" کے مصنف لکھتے ہیں۔

"(فائدہ) گیہوں کا دانہ جب شروع میں جنّت سے نکل کر آیا تھا تو بَیضَۂ نُعَامَہ (سیمرغ کا انڈا) کے برابر تھا اور مکھن سے زائد نرم و ملائم تھا اور مُشک سے زیادہ خوشبودار، لیکن مُرورِ اَیّام کے ساتھ چھوٹا ہوتا چلا گیا اور فرعون کے زمانہ تک مرغی کے بیضہ کے برابر ہوگیا اور ایک مُدّت تک اتنا ہی رہا یہاں تک کہ جب حضرت یحییٰؑ کو ذبح کیا گیا تو اور وہ چھوٹا ہوگیا۔ کبوتر کے بیضہ کے برابر پھر اسی طرح وہ چھوٹا ہوتا گیا یہاں تک کہ موجودہ ہیئت پر آگیا۔"[1]

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ "بذل المجہود فی حل ابی داؤد" کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"وقد حکی ابن القیم عن احمد بسندہٖ انہ رأی فی بعض خزنۃ بنی امیۃ صُرَّۃً فیھا حنطۃ کَنَوَی التَّمرِ"[2]	علّامہ ابن قیم (جوزی رحمہ اللہ) نے اپنی سند کے ساتھ حضرت امام احمدؒ سے نقل فرمایا ہے کہ اُنھوں نے بنواُمیّہ کے بعض خزانوں میں ایک تھیلی دیکھی جس میں گیہوں کا ایک دانہ تھا جو مقدار میں کھجور کی گٹھلی کے برابر تھا۔

قوّتِ حافظہ کی ایک عجیب مثال

امام ابوداؤدؒ نے اپنی سُنَن میں ایک حدیث شریف محدّث اسماعیل بن اُمیّہ کے حوالے سے ذکر کی ہے اُنھوں نے یہ حدیث ایک اعرابی سے سُنی تھی، امام ابوداؤدؒ اس اعرابی

[1] الانوار الساطعۃ بحوالہ الدر المنضود ج: ۳، ص: ۶۸

[2] بذل المجہود، ج: ۳، ص: ۲۸، طبع معہد الخلیل الاسلامی

کے بارے میں محدّث اسماعیل رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

"قال اسماعیل	اسماعیل بن اُمیہؒ فرماتے ہیں کہ کچھ روز
ذَهَبْتُ أُعِيْدُ عَلَى	گزرنے کے بعد اس اعرابی کا امتحان لینے
الرجلِ الاعرابی	کی غرض سے کہ دیکھوں اس کو یہ حدیث
وَ انظر لعلہ	یاد بھی ہے یا نہیں، مَیں نے دوبارہ اُس سے
فقال یا ابن اخی	یہ حدیث سننی چاہی (وہ اعرابی سمجھ گیا کہ یہ
اَتَظُنُّ انی لم	میرا امتحان لے رہا ہے ___ تو) اُس نے
احفظہ لقد	کہا: بھتیجے کیا تیرا خیال ہے کہ میں اِس
حججت ستین	حدیث کو بھول گیا ہوں گا، دیکھ اَب تک
حجۃ ما منہا	میں اپنی عمر میں ساٹھ حج کر چکا ہوں ہر سال
حجۃ الا و انا	جس اُونٹ پر حج کیا ہے اس کو دیکھ کر
اعرف البعیر	پہچان لوں گا کہ اس پر میں نے فلاں سنہ
الذی حججت	میں حج کیا تھا اور اِس دوسرے پر فلاں
علیہ" [1]	سنہ میں اور اِس تیسرے پر فلاں سنہ
	میں الخ

مَیں نے حنفیت کو کیوں اختیار کیا؟

مشہور جغرافیہ دان وجغرافیہ نویس علّامہ محمد بن احمد بن البنا البشاری المقدسی الحنفی رحمہ اللہ (م: ۳۸۰ھ) اپنی کتاب "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک دن میں ابو محمد السیرافی کی مجلس میں بیٹھا ہُوا تھا کہ آپ نے فرمایا: (بشاری) تم تو ملک شام کے رہنے والے ہو اور تمہارے علاقہ کے لوگ تو محدّثین کے پیروکار ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کی فقہ سے

---

[1] سنن ابی داؤد۔ ج: ۱، ص: ۱۲۹۔ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

وابستہ ہیں، تم نے (امام) ابو حنیفہؒ کی فقہ کو کیوں اختیار کر لیا؟
میں نے عرض کیا کہ خدا فقیہ کی تائید فرمائے تین وجہ سے (میں نے فقہ حنفی کو اختیار کیا ہے) ابو محمد السیرافی نے پوچھا آخر وہ کون سی تین وجہیں ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ

میں نے دیکھا کہ فقہ حنفی کا اعتماد (ایک تو) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات پر ہے جن کے بارے میں جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں" نیز یہ بھی فرمایا اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سب سے بڑے فقیہ علی ہیں۔ (دوسرے فقہ حنفی کا اعتماد) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات پر ہے۔ جن کے بارے میں آپ نے فرمایا: میں اپنی اُمت کے لیے اُس چیز پر راضی ہوں جس پر ابن اُم عبد (یعنی عبد اللہ بن مسعودؓ) راضی ہیں۔ نیز فرمایا: عبد اللہ بن مسعودؓ دیکھنے میں بظاہر چھوٹے سے برتن کی مانند ہیں، لیکن یہ علم سے بھرے ہوئے ہیں، نیز فرمایا: تم دو تہائی دین ابنِ اُمِ عبد سے حاصل کرو۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ اہلِ کوفہ کا علم اِن دو بزرگوں سے ماخوذ ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

مجھے یہ نظر آیا کہ ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام ابو حنیفہؒ سب سے مقدم امام ہیں (یعنی اُن کا زمانہ باقی ائمہ کے زمانہ سے پہلے کا ہے) اور وہ صحابۂ کرام کے سب سے زیادہ قریب ہیں اور تمام ائمہ میں سب سے زیادہ پرہیز گار اور سب سے زیادہ عبادت گزار ہیں اور کہنے والے نے کہا ہے کہ پُرانی چیز کو لازم پکڑو۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: "بہترین لوگ اس زمانہ

کے ہیں جس میں میں ہوں۔ پھر وہ لوگ جو اِس کے بعد کے ہیں پھر وہ جو اِن کے بعد کے ہیں۔ پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ رحمہ اللہ کو دیکھیے تو وہ سچ اور سچوں کے زمانے کے امام ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ

میں نے دیکھا کہ دیگر ائمہ حضرات امام ابو حنیفہؒ سے ایک ایسے مسئلہ میں جُدا ہو گئے ہیں جس میں آنکھوں سے نظر آتا ہے کہ حضرت امام صاحب کی رائے دُرست ہے اور دیگر ائمہ سے خطا ہوئی ہے۔

ابو محمد سیرافی کہنے لگے کہ ایسا کونسا مسئلہ ہے ؟ میں نے عرض کیا کہ شیخ کو معلوم ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے کہ عبادات پر اُجرت لینا جائز نہیں ہے، میں نے دیکھا ہے کہ جس نے حج پر اُجرت لی اُس کا دل اُلٹ گیا، اگر دوبارہ ایسے کیا تو اُس کے دل کا پلٹنا بڑھ گیا اور پرہیزگاری ختم ہو گئی۔ نوبت یہاں تک ہو جاتی ہے کہ دو دو تین حج کرتے ہیں نہ اُن میں برکت نظر آتی ہے اور نہ ہی اُن کے پاس مال جمع ہوتا ہے۔ یہی حال اماموں، مؤذنوں اور اُن جیسے دیگر افراد کا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب لینے کے مستحق تھے مگر انہوں نے مخلوق سے اُجرت لے لی۔

ابو محمد سیرافی نے کہا کہ "مقدسیؒ تمہاری نظر بڑی دقیق ہے اور تم نے اپنے نفس کو خوب چمکایا ہے۔"

اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد علّامہ بشاری مقدسیؒ آگے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ امام ابو حنیفہؒ پر تو طعن و تشنیع کی گئی ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ تین قسم کے ہیں ایک تو وہ جن کے راہِ راست پر ہونے پہ سب کا اجماع و اتفاق ہے۔ دوسرے وہ جن کے بُرے ہونے پر جمہور کا اتفاق ہے۔ تیسرے وہ جن کی کچھ

لوگ تعریف کرتے ہیں اور کچھ برائی کرتے ہیں۔

یہ تیسرے درجہ کے لوگ تینوں قسم کے لوگوں میں سے سب سے افضل ہیں۔ اِن تینوں قسم کے لوگوں کو صحابہ کرام رض کے زمانہ کے لوگوں پر قیاس کر لیجیے۔ دیکھیے، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید رضی اللہ عنہم کی تعریف ہی تعریف کی گئی ہے۔

عبداللہ ابن اُبی کی مذمّت ہی مذمّت کی گئی ہے۔

سب سے افضل چاروں خلفاء راشدین ہیں اور آپ خوب جانتے ہیں جو کچھ خارجی اور جاہل شیعہ اُن کے بارے میں کہتے ہیں۔

اَب اگر بیوقوفوں کا ایک گروہ حضرت امام ابوحنیفہ کی مذمّت کرتا ہے تو کیا ہوا؟ ڈھیروں اہلِ علم وفضل اُن کے لیے دُعا کرتے ہیں اور اُن کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں۔ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام صاحب رح کے قلبِ مبارک پر کیسی کیسی فتوحات فرمائیں جن کی بدولت آپ نے مسائلِ شرعیہ کو متفرع فرمایا اور مخلوق کو راحت بخشی، پھر اس پر بھی نظر کیجیے کہ آپ نے کوڑے کھانا اختیار کرلیا، لیکن منصبِ قضاء کو قبول نہیں کیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسا انسان کہاں نظر آتا ہے؟ [1]

دُعاءِ صحّت کی اپیل

جامعہ کے ناظم قاری غلام رسول صاحب اور دورۂ حدیث شریف کے طالب علم محمد صدیق صاحب دونوں کے والدِگرامی بیمار ہیں۔ قارئین سے دونوں کی صحّت یابی کے لیے دُعا کی اپیل ہے۔ (ادارہ)

---

[1] احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم ص: ۱۱۳

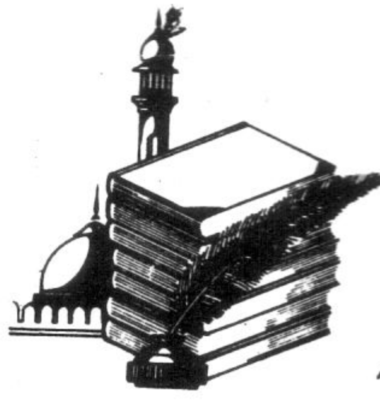

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : نور الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور

تصنیف : مولانا حکیم محمود احمد ظفر

صفحات : ۱۹۲

ناشر : ادارہ معارف اسلامیہ مبارک پورہ سیالکوٹ

قیمت :

موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا آج تک نہ کوئی انکار کر سکا ہے اور نہ قیامت تک کر سکتا ہے ہر شخص کو اس کا یقین ہے کہ اُس نے ایک نہ ایک دن ضرور مرنا ہے ایسی صُورت میں چاہیے تو یہ تھا کہ ہر انسان اس کی طرف متوجّہ ہوتا اور اُس کی تیّاری کی فکر کرتا، لیکن اس کے برعکس دیکھا یہ جا رہا ہے کہ ہر بندہ موت سے غافل ہے اور دُنیا میں منہمک ہے اس کی جہاں اور بہت سی وجوہ ہیں ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ انسان موت اور ما بعد الموت پیش آنے والے حالات سے ناواقف ہے اگر انسان کو صحیح معنٰی میں اس کا علم ہو تو کسی نہ کسی درجہ میں اس کی ضرور تیّاری کرے، اس لیے ضروری ہے کہ اس لاعلمی اور بے خبری کو ختم کیا جائے جس کی صُورت یہ ہے کہ اس سلسلہ میں لکھی جانے والی مستند کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔

زیرِ نظر کتاب "نور الصدور" اس سلسلہ کی ایک بہترین کتاب ہے جو معروف اہل قلم مولانا حکیم محمود احمد ظفر صاحب نے ترتیب دی ہے، موصوف نے اس کتاب میں اہلِ سُنّت والجماعت کے مسلک کی ترجمانی کرتے ہُوئے بڑی تفصیل کے ساتھ موت اور موت کے بعد پیش آنے والے حالات کو بیان فرمایا ہے، انداز بیان نہایت سلیس ہے اور ہر بات کی کتاب وسُنّت سے دلیل دی ہے ۔ ہمارے خیال میں عُلماء وعوام سب کے لیے اس کا مطالعہ مفید ہے۔

نام کتاب : حضرت علیؓ اور قصاص عثمانؓ

تالیف : حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات : ۱۷۶

ناشر : مکتبہ اہلِ سُنّت و جماعت ۳۸۶ قاسم آباد، لیاقت آباد کراچی

قیمت : -/۶۰

تاریخ شاہد ہے کہ دین اسلام کو جہاں دیگر فرقوں سے نقصان پہنچا ہے وہیں ان تین فرقوں روافض، خوارج اور نواصب سے بھی بہت زیادہ نقصان اُٹھانا پڑا ہے۔

روافض نے اہل بیت کی محبّت کی آڑ میں باقی تمام صحابہ کرام سے عناد رکھا، خوارج سیّدنا علی مرتضٰی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی مخالفت پر کمر بستہ ہوئے اور نواصب نے اہلِ بیت سے بغض و عداوت کو اپنا نصب العین بنایا۔ تینوں فرقوں کی اِس غلط اور گمراہ کُن روش سے اسلام کو خاطر خواہ نقصان برداشت کرنا پڑا۔ ان تینوں فرقوں میں سے خوارج اور نواصب دَب چکے تھے اور اِن کے افراد خال خال ہی کہیں نظر آتے تھے۔

برِّ صغیر پر انگریز کے منحوس قدم آنے سے جہاں اور بہت سے فتنے جاگے وہیں نواصب نے بھی جدید تحقیق کے روپ میں سر اُبھارا اور اہلِ سُنّت کے مذہب کے علی الرغم سادہ لوح عوام کے سامنے ان لوگوں نے وہ جدید نظریات پیش کیے کہ عقل و شرافت سَر پیٹ کر رہ گئے۔ تقسیم سے پہلے ہندوستان کے ایک شہر امروہہ میں محمود احمد عبّاسی صاحب نے اس سوئے ہُوئے فتنے کو جگایا تو وہاں کے محقق عُلماء نے اس کی سرکوبی کا حق ادا کیا، تقسیم ملک کے بدقسمتی سے عبّاسی صاحب کراچی چلے آئے اور یہاں آکر پہلے سے زیادہ زور و شور سے اس فتنے کے پھیلانے میں مصروف ہوگئے۔ ہماری بدقسمتی کہیے یا اس دَور کا المیہ سمجھیے کہ عبّاسی صاحب کی تحریک سے اچھے خاصے سمجھ دار لوگ بھی متاثر ہونے لگے بالخصوص نوجوان طبقہ ان کے دامِ ہمرنگ کا شکار ہوگیا۔ اس صُورتِ حال کو دیکھتے ہُوئے اہلِ حق کی طرف سے دفاع کا فریضہ کراچی کے مشہور عالم دین محقق العصر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ادا کیا اور اس کا حق ادا کر دیا۔ مولانا مرحوم نے قلمی جہاد کرتے ہُوئے اس فرقہ کے خلاف بہت سی تحقیقی کتابیں اور مضامین لکھے، ایک مضمون "ماہنامہ بینات" کراچی میں قاتلین عثمانؓ سے حضرت علیؓ کے قصاص نہ لینے کے بارے میں ۱۴۰۳ھ میں شائع ہُوا۔ اس پر

ایک صاحب نے رسالہ کے مدیر کو خط لکھا جس میں اس مضمون پر کچھ اشکالات کیے گئے تھے مدیر محترم نے وہ خط جواب کے لیے مولانا نعمانی مرحوم کو دے دیا۔ مولانا نعمانی مرحوم نے ان صاحب کے تمام اشکالات کے نہایت شرح و بسط کے ساتھ جوابات تحریر فرمائے۔ ان جوابات کی افادیت کے پیشِ نظر آپ کے برادر خورد جناب مظفر لطیف صاحب نے اِن کے شائع کرنے کا پروگرام بنایا اور "حضرت علی رضؓ اور قصاص عثمان رضؓ" کے نام سے اُنہیں کتابی شکل میں شائع کردیا، یہی کتاب اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے اس کتاب کے شروع میں ایک تفصیلی مقدمہ ہے اس کے بعد معترض صاحب کے سوالات اور مولانا نعمانی مرحوم کے جوابات ہیں اور آخر میں حدیثِ قسطنطنیہ اور مغفرت یزید سے متعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی ایک نادر اور نہایت قیمتی تحریر درج کی گئی ہے اس طرح یہ کتاب اپنے موضوع سے متعلق بہترین مواد پر مشتمل ہوگئی ہے اس سے نواصب کی جانب سے پھیلائے ہوئے بہت سے اشکالات دُور ہوجاتے ہیں۔

○

نام کتاب : یزید اکابر عُلماء اہل سُنّت کی نظر میں

ترتیب : قاری محمد ضیاء الحق

صفحات : ۴۸

ناشر : مکتبہ اہلِ سُنّت وجماعت ۳۸۶ - قاسم آباد - لیاقت آباد کراچی

قیمت : ۱۵/-

آج کل کے بہت سے ائمہ وخطباء جو اپنے آپ کو دیوبندی مکتبِ فکر کا ترجمان سمجھتے ہیں بدقسمتی سے اُنھوں نے عجیب انداز اپنالیا ہے یہ حضرات ایک تو اکابر عُلماء دیوبند کا نام لے کر یزید کی براءت کا اظہار کرتے ہیں دوسرے اُس کے خود ساختہ فضائل ومناقب پر اپنا زورِ بیان اور زورِ قلم خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ اکابر دیوبند کا موقف اس سلسلہ میں بالکل واضح ہے اور اُنھوں نے اپنی کُتب و فتاوٰی جات میں یزید سے متعلق کھل کر اپنے موقف کا اظہار کردیا ہے، ضرورت تھی کہ کوئی اللہ کا بندہ اکابر کی ان تصریحات وفتاوٰی جات کو اکٹھا کردیتا تاکہ یزیدیت کا پرچار کرنے والوں کو سادہ لوح عوام کے ورغلانے کا موقع نہ ملتا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے قاری محمد ضیاء الحق صاحب کو کہ انھوں نے اس ضرورت کو پورا فرمایا اور حضرات اکابر علماء اہل سنّت دیو بند کی تصریحات و فتاوی جات کو رسالہ کی شکل میں ترتیب دے کر شائع کر دیا۔ علماء و عوام اور طلباء و ائمہ سے ہماری گزارش ہے کہ وہ اس رسالہ کا بنظرِ غائر مطالعہ کریں اور اپنی خود ساختہ تحقیق کو چھوڑ کر اکابر کے موقف کو اپنائیں کہ اسی میں سلامتی اور نجات ہے۔

○

نام کتاب : حزب البحر
مرتّب : حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
صفحات : ۱۶
ناشر : مکتبہ اہلِ سنّت و جماعت ۳۸۶ - قاسم آباد - لیاقت آباد کراچی۔
قیمت : ۵/-

"حزب البحر" وہ مشہور الہامی دعا ہے جو حضرت ابوالحسن شاذلی قدّس سرّہٗ پر الہام ہوئی تھی، دشمن کے شرور و فتن اور مصائب و آلام سے بچنے نیز دیگر مقاصد کے حصول کے لیے اس دعا کا پڑھنا مجرب ہے، اِس دعا کے پڑھنے کے طریقے مختلف ہیں۔ زیرِ نظر رسالے میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے طریقے کو ذکر فرمایا ہے اور اس کی زکوٰۃ کا طریقہ بھی ذکر کیا ہے۔ جناب مظفر لطیف صاحب شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے توجہ فرما کر اس نادر چیز کو خوب صورت انداز میں شائع فرما کر سہل الحصول بنا دیا ہے

○

نام کتاب : مجالسِ درخواستی
افادات : حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی
ترتیب : مولانا حماد اللہ درخواستی
صفحات : ۱۱۲
ناشر : شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خان پور
قیمت : ۳۰/-

حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب درخواستی زید مجدہم ہر قمری مہینہ کی پہلی جمعرات کو جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ کی جامع مسجد میں مجلس ذکر کراتے ہیں جس میں آپ مریدین و متوسلین کے سامنے کتاب و سُنّت کی روشنی میں وعظ فرماتے ہیں زیرِ تبصرہ کتاب میں آپ کی بارہ مجالس کے مواعظ کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ آپ کے یہ مواعظ مختلف موضوعات سے متعلق ہیں اندازِ بیاں آسان ہے۔ اصلاحِ ظاہر و باطن کے لیے اِن کا مطالعہ مفید ہے۔

○

نام کتاب : فضیلتِ قرآن
تالیف : حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ
صفحات : ۵۲
ناشر : عائشہ اکادمی، محلّہ میر سیّد عابد حسین، صادق آباد، ضلع رحیم یار خاں
قیمت : دُعاءِ خیر

حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمہ اللہ (م ۱۲۴۵ھ) نے ایک خاتون کی فرمائش پر قرآن مجید کی قرات وتلاوت اور اُن کے احکام و آداب سے متعلق فارسی زبان میں "فضل القرآن" کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا، حضرت مولانا نور الحسن راشد زید مجدہم نے اس رسالہ کا اُردو میں ترجمہ کرکے اسے کتابی شکل میں شائع فرمایا تھا۔ اسی کا عکس لے کر پاکستان میں عائشہ اکیڈمی کی طرف سے اسے شائع کیا گیا ہے، مندرجہ بالا پتے پر خط لکھ کر یہ رسالہ بلاقیمت منگوایا جا سکتا ہے۔

○

نام کتاب : فضائل اذان واقامت تالیف : حبیب الرحمٰن ہاشمی
صفحات : ۱۶۰ ناشر : عارف کمپنی ملتان قیمت : درج نہیں

زیرِ نظر کتاب "فضائلِ اذان واقامت" میں اذان واقامت کی تفصیلی تاریخ اُنکے فضائل و مسائل اور اذان واقامت سے متعلق اکابرِ اُمّت کے عبرت آموز واقعات اور دَورِ رسالت کے جلیل القدر مؤذنین کے حالات کو بیان کیا گیا ہے، کتاب کی ترتیب اور اندازِ بیان عمدہ ہے، کتابت و طباعت بھی اچھی ہے۔ بعض مقامات پر کتابت کی اغلاط پائی جاتی ہیں۔ آئندہ اشاعت میں ان کی تصحیح کا اہتمام کیا جائے۔

(ن ـــ ا)

اخبار الجامعہ

○ ۲۹ ستمبر ۱۹۹۹ء بروز بُدھ ہندوستان کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری دامت برکاتہم تشریف لائے اور جامعہ میں قیام فرمایا ـــ آپ ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۹ء بروز بدھ واپس تشریف لے گئے۔ اس دوران آپ نے علمی تحقیقات میں وقت گزارا - ۱۲ اکتوبر بروز اتوار حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر مدظلہم آپ سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے اگلے روز اراکینِ جامعہ نے آپ کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی، تقریب کا آغاز قاری محمد ادریس صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، بعد ازاں حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب نے طلباء سے علم کی فضیلت اور اہمیت پر بیان فرمایا آپ کے بیان کے بعد حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی نے خطاب فرمایا۔

○ ۵ اکتوبر حضرت نائب مہتمم صاحب وفاق المدارس العربیہ کی شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کے لیے ملتان تشریف لے گئے آپ کے ہمراہ مولانا خالد محمود صاحب مدرس جامعہ بھی تھے۔ آپ ۷ اکتوبر کو واپس تشریف لے آئے۔

○ ۸ اکتوبر بروز جمعہ کراچی سے حافظ فرید احمد شریفی، بھائی آفتاب صاحب تشریف لائے، اسی روز شام کو حضرت مولانا مفتی ضیاء الحق صاحب دہلوی تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

○ ۱۲ اکتوبر کو حافظ الیاس صاحب کشمیری جامعہ تشریف لائے اور طلبہ سے جہاد کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

حرفِ معذرت

گزشتہ ماہ شائع ہونے والے مضمون "حجاب" کا انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کرنے والی خاتون طاہرہ شمیم اسلام آباد بی ایس سی - بی ایڈ کا نام غلطی سے شامل اشاعت نہ ہوسکا۔ ادارہ ان سے اس سہو پر معذرت خواہ ہے